ابن عربی کا تصور ختم نبوت



ڈاکٹر حافظ محمد زبیر

دار الفکر الاسلامی

نام کتاب: ابن عربی کا تصور ختم نبوت

مصنف: ڈاکٹر حافظ محمد زبیر

ناشر: دار الفکر الاسلامی

صفحات: 80

قیمت: 120روپے

طبع اول: اپریل،2020ء

ای میل: mzubair@cuilahore.edu.pk

drhafizmuhammadzubair@gmail.com

مصنف کی دیگر کتب:

- ☆ وجود باری تعالیٰ: مذہب، فلسفہ اور سائنس کی روشنی میں(Existence of God)
- ☆ صالح اور مصلح: تزکیہ نفس اور اصلاح احوال کا پروگرام(Personality Development)
- ☆ مکالمہ(Dialogue)
- ☆ اسلامی نظریہ حیات(Islamic Ideology of Life)
- ☆ اسلام اور مستشرقین(Islam and Orientalists)
- ☆ فکر غامدی: ایک تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ(Ghamidis' Thought: An Analytic Study)
- ☆ مولانا وحید الدین خان: افکار و نظریات(Mawlana Waheed ud Din Khan)
- ☆ عصر حاضر میں تکفیر، خروج، جہاد اور نفاذ شریعت کا منہج(Jihad & War against State)
- ☆ چہرے کا پردہ: واجب، مستحب یا بدعت؟(Face Covering)
- ☆ عصر حاضر میں اجتماعی اجتہاد: ایک تجزیاتی مطالعہ(Collective Ijtihad)

مصنف کی جملہ کتب کے پی ڈی ایف ورژن کا ڈاؤن لوڈ لنک:

https://kitabosunnat.com/musannifeen/muhammad-zubair-temi

ابن عربی کا تصورِ ختم نبوت

ڈاکٹر حافظ محمد زبیر
اسسٹنٹ پروفیسر، کامساٹس یونیورسٹی اسلام آباد، لاہور کیمپس، لاہور
ریسرچ فیلو، مجلس تحقیق اسلامی، ماڈل ٹاؤن، لاہور
ریسرچ فیلو، شعبہ تحقیق اسلامی، قرآن اکیڈمی، لاہور

دار الفکر الاسلامی

لاہور


بسم الله الرحمن الرحيم
In The Name Of Allah, The Most Beneficent, The Most Merciful

﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعَى إِلَى الْإِسْلَامِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾ [الصف: 7]

”اور اس سے بڑا ظالم کون ہو گا جو اللہ پر پھر بھی جھوٹ باندھے جبکہ اسے اسلام کی طرف بلایا جارہا ہو اور اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

انتساب

شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ کے نام

کہ جنہوں نے کمال حکمت سے ابن عربی کے کفریہ تصورات کا رد کر کے اس امت کو گمراہی کے رستے پر چلنے سے روکنے میں اپنا کردار ادا کیا۔

فہرست مضامین

مقدمہ

"ابن عربی کا تصور ختم نبوت" ان تحریروں کا مجموعہ ہے جو پہلے پہل فیس بک ٹائم لائن پر شیئر کی گئی تھیں۔ بعض دوستوں کا تقاضا تھا کہ انہیں ایک کتابچے کی صورت جمع کر دیا جائے تو اس غرض سے انہیں ضروری ایڈیٹنگ اور کچھ اضافوں کے بعد ایک کتابچے کی صورت پبلش کیا جا رہا ہے۔

یہ کتابچہ ہماری نئی کتاب "مقالات" کا ایک باب بھی ہے لہذا اس موضوع کی اہمیت کے پیش نظر اسے علیحدہ سے بھی شائع کیا جا رہا ہے۔ شیخ ابن عربی کے تصور توحید یا وحدت الوجود پر تو بہت کام ہوا ہے لیکن ان کے تصور ختم نبوت پر کوئی کام موجود نہیں ہے۔ تو اس کمی کو اس کتابچے کے ذریعے پورا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اس کتابچے کا شان نزول یہ ہے کہ حال ہی میں غامدی صاحب کے حوالے سے ان کے کافی کچھ فالوورز نے سوشل میڈیا پر ایک بحث کھڑی کی تھی کہ غلام احمد قادیانی کا تصور نبوت شیخ ابن عربی اور اس جیسے متصوفین سے مستفاد ہے۔ لہذا جب ابن منصور الحلاج، بایزید بسطامی، شیخ ابن عربی اور دیگر متصوفین کی کفریہ عبارتوں کی تاویلات کر کے یا انہیں شطحیات قرار دے کر انہیں دائرہ اسلام سے خارج نہیں کیا جاتا تو یہی مار جن غلام احمد قادیانی اور ان کے پیروکاروں کو کیوں نہیں دیا جاتا۔

تو غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکاروں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دینے والوں میں ایک تو وہ طبقہ ہے جو صوفیاء کی کفریہ عقائد کی بھی تاویلیں نہیں کرتا بلکہ ان کا بھی اسی شد و مد سے رد کرتا ہے جیسا کہ غلام احمد قادیانی کی کفریہ عبارتوں کا رد کرتا ہے۔ البتہ یہ اعتراض اس طبقے پر سچ صادر ہوتا ہے جو صوفیوں کے خدائی اور نبوت کے دعووں کی تو تاویلات کرتے ہیں یا انہیں شطحیات قرار دے کر انہیں فتوے سے بچا لیتے ہیں لیکن غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکاروں پر ویسی ہی کفریہ عبارات صادر ہونے پر کافر ہونے کا فتوی لگاتے ہیں تو ان کے پاس اس فرق کی کیا توجیہ ہے؟

اس مقالے میں اس کا جائزہ لیا گیا ہے کہ کیا غلام احمد قادیانی اور شیخ ابن عربی کے تصور ختم نبوت میں کچھ مشترک بنیادیں موجود ہیں؟ اور کیا غلام احمد قادیانی نے واقعی میں اپنا تصور ختم نبوت شیخ ابن عربی اور دیگر متصوفین سے اخذ کیا ہے؟ اور کیا شیخ ابن عربی بھی محض تشریعی نبوت کے

خاتمے کے قائل تھے؟اور کیا شیخ ابن عربی مطلق نبوت کے جاری رہنے کے قائل تھے؟اور کیا شیخ ابن عربی نے بھی نبوت کا دعوی کیا تھا؟تو ان سب سوالات کو اس کتابچے میں ایڈریس کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔اور یہ بھی کوشش کی گئی ہے کہ مصادر اصلیہ کا براہ راست مطالعہ کر کے قارئین کے سامنے اصل حقیقت کو پیش کیا جائے۔

ابو الحسن علوی

ابن عربی کو ایک نئے تصور ختم نبوت کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟

شیخ ابن عربی ایک خاص قسم کے تصور وجود (ontology) کے قائل تھے کہ جسے ہم نظریہ وحدت الوجود کے نام سے جانتے ہیں کہ جس کی کوئی دلیل شرع میں تو کجا عقل میں بھی موجود نہ تھی لہذا انہیں اس تصور وجود کے اثبات کے لیے ایک تصور علم (epistemology) کی ضرورت محسوس ہوئی تو انہوں نے اسلام میں تصور توحید کے ساتھ تصور نبوت کو بھی ایڈیٹ کیا۔ انہوں نے اپنے نظریہ وحدت الوجود کے اثبات لیے ایک پورا نظام استدلال وضع کرنے کی کوشش کی ہے کہ جسے ہم ان کا تصور ختم نبوت کہہ سکتے ہیں۔ خالق اور مخلوق کے باہمی تعلق کے بارے جب آپ کتاب وسنت کے بیان پر مطمئن نہیں ہوں گے اور ربط الحادث بالقدیم کے قدیم فلسفیانہ تصورات کو مذہبی رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کریں گے تاکہ فلسفے اور مذہب میں تطبیق پیدا کر سکیں یا کثرت مجاہدہ سے نفس میں نبوت کی لالچ اور طمع محسوس کرنا شروع کر دیں گے تو آپ کو وحی کا دروازہ کھلا رکھنے کی ضرورت محسوس ہو گی۔

فارابی، ابن سینا اور اخوان الصفا وغیرہ کا مسئلہ پہلا تھا کہ وہ فلسفی پہلے تھے اور صوفی بعد میں۔ لیکن ابن عربی کے کیس میں ہمیں مسئلہ دوسرا لگتا ہے کہ وہ صوفی پہلے ہیں اور فلسفی بعد میں۔ لہذا ان کی عبارتوں میں غور وفکر سے معلوم پڑتا ہے کہ ان کے تصور علم کے ساتھ ان کے تصور وجود کی ضرورت بھی ان کے ہاں عقلی سے نفسی ہے۔ انہوں نے جو تصور وجود پیش کیا ہے، اس سے بھی نفس انسانی کی ایک عجب تسکین ہوتی ہے کہ یہ خیال (fantasy) ہی انسان کو سرشار کر دیتا ہے کہ وہ الوہی (divine) صفات کا حامل ہے۔ اور جب ڈیوائن کا حصہ بن کر بھی نفس کے سپر مین بننے کی خواہش پوری نہ ہوئی تو اس نے ولایت کو نبوت سے افضل قرار دے کر اور معرفت رب میں نبیوں کو اپنا محتاج اور فقیر بنا کر اپنی گھٹیا اور رذیل خواہش کو پورا کرنے کی کوشش کی۔ بہر حال یہ کثرت مجاہدہ کی آزمائش ہے جبکہ وہ سنت کے مطابق نہ ہو تو انسان آسمان سے امید لگا بیٹھتا ہے۔

یہ بات درست ہے کہ وحدت الوجود کی مختلف تعبیریں ہمیں ملتی ہیں، جن میں سے بعض کفر و شرک ہیں، بعض بدعت ہیں، اور بعض توحید ہی کا ایک پہلو ہیں۔ لیکن وحدت الوجود کی سٹینڈرڈ

تعبیر وہی ہے جو شیخ ابن عربی نے پیش کی ہے اور وہ کفر و شرک ہے۔ اڑھائی سو فقہاء نے اس تعبیر پر نقد کیا، بہتوں نے کفر و شرک کہا۔ جنہوں نے کفر و شرک نہیں بھی کہا، انہوں نے بھی ضلالت اور گمراہی قرار دیا۔ چالیس کے قریب حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی فقہاء اور بعض صوفیاء کی بھی مستقل کتابیں موجود ہیں کہ جن میں اس نظریے کو کفر اور شرک قرار دیا گیا ہے۔ حنفی فقہاء اور صوفیاء کی معتدبہ تعداد نے ابن عربی کو کافر تک قرار دیا ہے۔ تو اپنا مطالعہ بڑھائیں تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ وحدت الوجود کی مخالفت اہل حدیثوں کا نہیں امت کا مسئلہ ہے، فقہائے اربعہ اور ان کے متبعین کا مسئلہ ہے، محقق صوفیاء کا مسئلہ ہے، محدثین اور ائمہ دین کا مسئلہ ہے۔ اور یہ بات پورے وثوق سے کی جاسکتی ہے کہ اس امت کی تاریخ میں اتنی تکفیر کسی شخص یا نظریے کی نہیں ہوئی جتنی ابن عربی اور اس کے نظریہ وحدت الوجود کی ہوئی ہے۔

برصغیر میں شیخ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے اس کی شد و مد سے مخالفت کی اور اپنے مکاتیب میں اسے "ہمہ اوست" یعنی ہر چیز خدا ہے، کا نظریہ قرار دیا کہ جس پر تفصیل سے گفتگو ہم آگے چل کر نقل کر رہے ہیں۔ اور یہ کہا کہ شیخ ابن عربی نچلے درجات میں رہ گیا تھا، اگر اسے اوپر جانا نصیب ہوتا تو اسے معلوم ہوتا کہ اصل حقیقت وحدت الوجود نہیں بلکہ وحدت الشہود ہے۔ رہا وحدت الشہود تو وہ ہماری نظر میں نہ تو کفر ہے اور نہ ہی شرک البتہ بدعی نظریہ ہے کیونکہ کتاب و سنت، صحابہ و تابعین، ائمہ اربعہ اور فقہاء و محدثین کا نظریہ، نظریہ تخلیق ہے اور یہ اس کے خلاف ہے۔ اور ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ کا نظریہ وحدت الوجود نہ تو ابن عربی کا نظریہ وحدت الوجود ہے اور نہ ہی شیخ مجدد کا وحدت الشہود بلکہ یہ ڈاکٹر صاحب کی اپنی ہی تخلیق ہے۔ ہماری نظر میں یہ نظریہ بھی کفر اور شرک نہیں البتہ بدعت ہے کہ یہ بھی کتاب و سنت کے نظریہ تخلیق کی بدعی شرح ہے۔ رہا وحدت الوجود کے بارے متاخرین صوفیاء کی ایک بڑی جماعت کا یہ موقف کہ یہ ایک حال ہے کہ جس میں انسان کو خدا کی طرف اتنی کامل یکسوئی حاصل ہو جاتی ہے کہ ہر چیز اس کے لیے مثلِ معدوم ہو جاتی ہے تو یہ توحید کے احوال میں سے ایک حال ہے جیسا کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ یہ حال کسی پر طاری ہو جائے تو حرج نہیں لیکن اس حال کو کسی علمی نظریے کی صورت بیان کرنا جائز

نہیں ہے کیونکہ حال ایک حال ہی ہے اور حال سے نکل کر اسے بیان کرنا ایک حال کا بیان تو ہو سکتا ہے، کسی عقیدے کا نہیں۔ جب سالک اس حال سے نکل آتا ہے تو ہی اس کو بیان کرنے کے قابل ہوتا ہے اور جب بیان کر رہا ہوتا ہے تو اس وقت اس حال میں نہیں ہوتا لہٰذا اس کا روحانی تجربہ اس کے لیے اس کے ماضی کی ایک خبر بن جاتا ہے، اسے ہم عقیدہ نہیں بنا سکتے کیونکہ یہ نبی کی خبر نہیں ہے کہ جس پر ایمان لانا واجب ہو یا جس کی تبلیغ ضروری ہو۔

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے شیخ ابن عربی کی معروف کتاب "فصوص الحکم" کی شرح لکھنی شروع کی تھی لیکن انقباض قلب کی وجہ سے لکھ نہ پائے کہ ایسی تکلیف ہوتی تھی کہ عمر بھر یاد رہی۔ وجہ یہی تھی کہ صریح کفریہ اور شرکیہ عبارات کی شرح ممکن نہ تھی کہ خدا کو کیا جواب دیں گے! پھر ابن عربی کے دفاع میں ایک تحریر لکھ دی۔ تو اہل حال بھی شخصیت کا دفاع کرتے ہیں، کفریہ اور شرکیہ عبارات کا نہیں ہے۔ یہ اہم نکتہ ہے، خاص طور ان لوگوں کے لیے جو کفر صریح کی تاویل کر کے اسے توحید کامل بنانے پر مصر ہیں۔

البتہ بعض اہل علم یہ کہتے ہیں کہ یہ شیخ ابن عربی کی اپنی عبارات نہیں ہیں یعنی ان کی کتابوں میں ایڈیشن ہوئی ہے تو یہ اہل علم تو اللہ کے ہاں معذور ہیں کیونکہ یہ کفر کا دفاع نہیں کر رہے بلکہ اس کا انکار کر رہے ہیں لیکن پہلا گروہ تو کفر کے دفاع میں لگا ہے لہٰذا جو ابن عربی کی کفریہ اور شرکیہ عبارات کی تاویل کرتے ہیں تو یہ ابن عربی ہی کے حکم میں ہیں۔ اور اوپر سے ایسے یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ ہمارا حشر ابن عربی کے ساتھ ہو کہ جیسے ابن عربی کا نام لے کر اسے قرآن مجید میں جنتی قرار دیا گیا ہو۔ انہیں یہ نہیں معلوم جن کیفیات کی بنا پر اس یقین سے بات کرتے ہیں، وہ روحانی کیفیات ہیں نہ کہ دینی۔ یہ روحانی کیفیات صوفی اور سلفی دونوں پر یکساں طور طاری ہوتی ہیں جبکہ ان کے عقائد میں بعد المشرقین ہے۔ دینی کیفیت تو وہ ہے کہ جس کی کتاب وسنت سے کوئی صریح دلیل موجود ہو۔ اور صوفیاء کی اکثر کیفیات پر کتاب وسنت سے صریح دلیل موجود نہیں ہے۔ تو جو کیفیات خود ثبوت کی محتاج ہیں، وہ کیا دلیل بن سکتی ہیں! اب اس تاویل سے بڑھ کر کیا کفر ہو گا کہ اللہ عزوجل نے فرعون یعنی نفس لعین کو اس کے کمال ایمان کی جزا کے طور وحدت الوجود کے

سمندر میں غرق کر دیا۔ اور اس تاویل کے بعد داد طلب نظروں سے ہم سے پوچھتے ہیں کہ اب سمجھ آئی کہ ابن عربی کیوں فرعون کے کمال ایمان کے قائل تھے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

ابن عربی کا تصور ختم نبوت: فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ کی عبارتوں کی روشنی میں

بعض دوستوں نے کہا کہ ہمیں ابن عربی کے تصورات کے بارے فقہاء کی آراء تو معلوم ہیں، آپ ان کی اصل کتابوں کی عبارات پیش کریں تا کہ حق الیقین حاصل ہو سکے کہ انہوں نے واقعتاً میں ایسی باتیں کی ہیں۔ تو ابن عربی کی معروف کتب میں "فصوص الحکم" اور "فتوحات مکیہ" ہیں۔ فصوص الحکم زیادہ معروف ہے کیونکہ ایک تو یہ مختصر ہے اور دوسرا جامع بھی ہے لہذا ابن عربی کے افکار کے مطالعہ کے لیے یہ درسی کتاب کے طور بھی رائج رہی ہے۔ فتوحات مکیہ ابن عربی نے اپنی وفات سے تقریباً تین سال پہلے مکمل کی تھی۔ دونوں میں جو نقطہ نظر پیش کیا گیا ہے، اس میں مجھے تو خاص فرق نہیں لگا کہ جس سے یہ اخذ کیا جا سکے کہ ابن عربی نے اپنی باتوں سے رجوع کر لیا تھا۔ اور ویسے بھی ابن عربی کے مداحین اور شارحین میں بھی رجوع کا کوئی قول مروی نہیں ہے۔

اردو میں فصوص الحکم کا اچھا ترجمہ یا ترجمانی بابا ذہین شاہ تاجی صاحب نے کی ہے یا اس سے پہلے کچھ حواشی مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کے ہیں۔ لیکن ذیل میں عربی عبارات کا ترجمہ میرا اپنا ہے اور شوق سے اس ترجمے کی تصحیح فرما سکتے ہیں۔ کچھ کریں تو سہی اور کچھ کریں تو سمجھیں گے۔ اور قوسین میں موجود عبارت میری وضاحت ہے، وہ ترجمہ نہیں ہے۔ تو ابن عربی فصوص الحکم میں لکھتے ہیں:

"وليس هذا العلم إلا لخاتم الرسل وخاتم الأولياء، وما يراه أحد من الأنبياء والرسل إلا من مشكاة الرسول الخاتم، ولا يراه أحد من الأولياء إلا من مشكاة الولي الخاتم، حتى أن الرسل لا يرونه- متى رأوه- إلا من مشكاة خاتم الأولياء: فإن الرسالة والنبوة- أعني نبوة التشريع، ورسالته- تنقطعان، والولاية لا تنقطع أبداً. فالمرسلون، من كونهم أولياء، لا يرون ما ذكرناه إلا من مشكاة خاتم الأولياء، فكيف من دونهم من الأولياء؟ وإن كان خاتم الأولياء تابعاً في الحكم لما جاء به خاتم الرسل من التشريع، فذلك لا يقدح

في مقامه ولا يناقض ما ذهبنا إليه، فإنه من وجه يكون أنزل كما أنه من وجه يكون أعلى. وقد ظهر في ظاهر شرعنا ما يؤيد ما ذهبنا إليه في فضل عمر في أسارى بدر بالحكم فيهم، وفي تأبير النخل." [1]

"یہ [وحدت الوجود کا] علم صرف خاتم رسل اور خاتم اولیاء کو حاصل ہے۔ اور تمام نبیوں اور رسولوں کو یہ علم خاتم رسل کے واسطے سے ہی حاصل ہوتا ہے جبکہ تمام اولیاء کو یہ علم خاتم اولیاء سے ملتا ہے بلکہ تمام رسول بھی اس علم کو خاتم اولیاء سے حاصل کرتے ہیں۔ تو رسالت اور نبوت یعنی نبوت تشریعی اور رسالت تشریعی دونوں ختم ہو جائیں گی لیکن ولایت کبھی ختم نہیں ہو گی۔ تو جب تمام رسول اپنے اولیاء ہونے کی جہت سے یہ علم خاتم اولیاء سے حاصل کرتے ہیں تو رسولوں سے کم درجہ اولیاء کا کیا حال ہو گا؟ [یعنی وہ تو ضرور یہ علم خاتم اولیاء ہی سے حاصل کریں گے]۔ اگرچہ خاتم اولیاء، شرعی احکامات میں خاتم رسل کا پابند ہوتا ہے لیکن اس سے خاتم اولیاء کا مقام کم نہیں ہو جاتا اور یہ ہماری پہلی بات کے مخالف بھی نہیں ہے کیونکہ خاتم اولیاء ایک اعتبار سے رسول سے کم ہوتا ہے [یعنی رسالت کی جہت سے کہ شریعت رسول سے لیتا ہے] جبکہ دوسرے اعتبار سے رسول سے افضل ہوتا ہے [یعنی ولایت کے اعتبار سے کہ اس کا اللہ کی طرف رجوع، رسول سے زیادہ ہوتا ہے]۔ اور ہماری ظاہر شریعت میں بھی آپ کو ایسی بہت سی مثالیں مل جائیں گے کہ جن سے ہمارے موقف کی تائید ہوتی ہے جیسا کہ غزوہ بدر کے قیدیوں کے بارے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلے کے بہتر ہونے کا واقعہ ہے یا تابیر نخل کا واقعہ ہے۔"

اب اس سے بڑھ کر کفریہ عبارت کیا ہو گی کہ ولی کو رسول سے افضل بنا دیا۔ اور دوسرا کفریہ کہ خود خاتم اولیاء بن کر تمام رسولوں کو اپنا محتاج بنا لیا۔ اور تیسرا کفریہ کہ وحدت الوجود جیسے کفریہ نظریے کا علم تمام رسول خاتم الاولیاء شیخ ابن عربی سے حاصل کرتے ہیں۔ اور چوتھا کفریہ کہ نبوت میں سے صرف تشریعی نبوت ختم ہوئی ہے نہ کہ مطلق نبوت۔ اور پانچواں کفریہ کہ اپنے کفریہ نظریے کے لیے غزوہ بدر اور تابیر نخل کے واقعات جیسی روایات کو دلیل بنایا۔ کیا غزوہ بدر کے

[1] ابن عربي، محي الدين، فصوص الحكم مع التعليقات لأبي العلا عفيفي، دار الكتاب العربي، بيروت، ص 62-63

قیدیوں کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلے کا قبول کیا جانا اور اللہ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کا رد کیا جانا اور تابیر نخل کے واقعے میں خود اللہ کے رسول ﷺ کا اپنے بارے یہ کہنا کہ تم امور دنیا کو مجھ سے بہتر جانتے ہو، اس بات کی دلیل ہے کہ شیخ ابن عربی، اللہ کی ذات کے بارے میں، رسول اللہ ﷺ سے بہتر جانتا ہے یا اللہ کی ذات کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا علم اس کے علم کے مقابلے میں غلط ہو سکتا ہے۔ کہاں سے اس کا کفر بولتا ہے!

اور زیادہ حیرت ان تاویلیں کرنے والوں پر ہے جو غلام احمد قادیانی کی عبارتوں کی تاویلیں نہیں کرتے لیکن ایسی صریح کفریہ عبارات کی تاویلیں کرنے کی جرات کر لیتے ہیں۔ کیا ابن عربی کی عبارت کا سیاق و سباق وہ تاویلیں قبول کرتا ہے جو یہ حضرات کرتے ہیں! اٹھا کر پھینک دیتا ہے۔ عربی عبارت بھی آپ کے سامنے ہے اور اس کا ترجمہ بھی۔ یہاں ہر کسی کا خیال ہے کہ وہ جیسے ابن عربی پر اتھارٹی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ یہ لکھتے ہیں کہ صدر الدین قونوی کو ابن عربی سمجھ نہیں آیا۔ اور یہ صدر الدین قونوی وہ شخص ہے کہ جس نے ابن عربی کے ساتھ 23 سال گزارے اور اس کا سوتیلا بیٹا تھا۔ فصوص الحکم کا ابتدائی شارح ہے اور جلال الدین رومی کا ساتھی ہے۔ اسے ابن عربی سمجھ نہیں آیا تو بھئی آپ کو کیسے سمجھ آگیا! ہم یہ کیسے مان لیں کہ آپ کو سمجھ آ گیا۔ عجیب گورکھ دھندا بنا لیا ہے کہ جو ابن عربی کا نظریہ صحیح طور بیان کر دے، اسے ابن عربی سمجھ نہیں آیا۔ تو بھئی سمجھ نہیں آیا تو آپ سمجھا دیں۔ یہ عربی عبارات ہیں اور ان کا ترجمہ بھی۔ بتلائیں کہاں ترجمہ غلط ہوا ہے۔ بتائیں کیسے آپ تاویل کے بغیر ایسی عبارتوں کا دفاع کر سکتے ہی! باقی تاویل کے ساتھ آپ دفاع کر سکتے ہیں، ہمیں اس سے انکار نہیں، لیکن ایسی تاویلات پھر غلام احمد قادیانی کی عبارتوں کی بھی ممکن ہیں، یہ غامدی صاحب کا بنیادی مقدمہ ہے اور اپنے اس دعوے میں وہ حق بجانب ہیں۔ اور اس کا آپ کے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔

ہاں آپ نے تاویل کرنی ہے تو غلام احمد قادیانی کی عبارتوں کی تاویل اس سے زیادہ آسان ہے۔ تاویل کے لیے کیا چاہیے؛ تھوڑی سی ذہانت اور لفظوں کی ہیر پھیر۔ پھر بھلے ابن عربی کی طرح تاویل کر کے فرعون کو بھی مومن بنا لیں۔ لیکن سوال وہی ہے کہ جہاں سے بحث چلی ہے کہ

معاصر صوفیاء غلام احمد قادیانی کی عبارتوں کی تاویل کیوں نہیں کرتے ہیں جبکہ ابن عربی کی کفریہ عبارت کی تاویل کر لیتے ہیں۔ ابن عربی کی عبارت کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ ابن عربی کے نزدیک خاتم الاولیاء سے مراد بھی رسول اللہ ﷺ ہیں۔ تو گویا ابن عربی اتنا بے وقوف تھا جو یہ بات کہہ رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ، رسول اللہ ﷺ سے علم حاصل کرتے ہیں۔ جو ایسی بات کرے، اس کا دماغی توازن ہی خراب ہو سکتا ہے۔ اور ایسے شخص کی اتباع کی آپ دعوت دیتے ہو بلکہ اس کے فلسفے کو دنیا کی عظیم فلاسفی گنواتے ہیں جو ایسا ہذیان بکے کہ انسان اپنے آپ سے علم حاصل کرتا ہے۔ ابن عربی اتنا بے وقوف تھا کہ اسے غزوہ بدر اور تابیر نخل کی مثالیں دینی پڑیں یہ سمجھانے کے لیے کہ رسول بھی غلط ہو سکتا ہے۔ وہاں وہ رسول اور امتی کے علم میں فرق کرنے کے لیے یہ مثالیں بیان کر رہا ہے۔ چلیں ابن عربی ہی سے ہی سمجھتے ہیں کہ اس کی اس عبارت سے مراد کیا ہے۔ شیخ ابن عربی آگے چل کر لکھتے ہیں:

"ولمَّا مثّل النبي صلى الله عليه وسلم النبوة بالحائط من اللَّبِن وقد كَمُلَ سوى موضع لبنَة، فكان صلى الله عليه وسلم تلك اللبنة. غير أنه صلى الله عليه وسلم لا يراها كما قال لبِنَةً واحدةً. وأما خاتم الأولياء فلا بد له من هذه الرؤيا، فيرى ما مثله به رسول الله صلى الله عليه وسلم، ويرى في الحائط موضع لبنَتين، واللّبِنُ من ذهب وفضة. فيرى اللبنتين اللتين تنقص الحائط عنهما وتكمل بهما، لبنة ذهب ولبنة فضة. فلا بد أن يرى نفسه تنطبع في موضع تينك اللبنتين، فيكون خاتم الأولياء تينك اللبنتين. فيكمل الحائط. والسبب الموجِب لكونه رآها لبنتين أنه تابع لشرع خاتم الرسل في الظاهر وهو موضع اللبنة الفضة، وهو ظاهره وما يتبعه فيه من الأحكام، كما هو آخذ عن الله في السر ما هو بالصورة الظاهرة متبع فيه، لأنه يرى الأمر عَلَى ما هو عليه، فلا بد أن يراه هكذا وهو موضع اللبنة الذهبية في الباطن، فإنه أخذ من المعدن الذي يأخذ منه الملك الذي يوحي به إلى الرسول. فإن فهمت ما أشرت به فقد حصل لك العلم النافع بكل شيء." [1]

[1] فصوص الحکم: ص 63

”رسول اللہ ﷺ نے نبوت کو اینٹوں کی ایک دیوار سے تشبیہ دی ہے کہ جو مکمل ہو گئی لیکن اس میں ایک اینٹ کی جگہ باقی رہ گئی اور وہ اینٹ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو [وحدت الوجود یا علم کا باطنی پہلو] کو نہیں دیکھا کہ آپ کے بقول آپ نے صرف ایک اینٹ دیکھی ہے۔ اسی طرح خاتم اولیاء کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ ویسا ہی ایک خواب دیکھے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے دیکھا ہے لیکن وہ یہ دیکھے کہ نبوت کی دیوار میں دو اینٹوں کی جگہ خالی ہے؛ ایک سونے کی اینٹ اور دوسری چاندی کی اینٹ۔ تو یہ دو اینٹیں یعنی سونے اور چاندی کی ایسی اینٹیں ہیں کہ اگر نہ ہوں تو نبوت کی دیوار نامکمل ہے اور اگر ہوں تو نبوت کی دیوار مکمل ہے۔ تو اب خاتم اولیاء کے لیے ضروری ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ وہ خود ان دو اینٹوں کی جگہ لے رہا ہے۔ تو خاتم اولیاء ہی یہ دو اینٹیں ہیں اور اسی سے نبوت کی یہ دیوار مکمل ہو گی۔ اب خاتم اولیاء اپنے آپ کو دو اینٹوں کے برابر کیوں دیکھ رہا ہے؟ اس کا سبب یہ ہے کہ وہ ظاہر شریعت میں خاتم رسل کے تابع ہے۔ اور خاتم رسل چاندی کی اینٹ ہے جو کہ اس علم کا ظاہری پہلو ہے۔ اور اس پہلو میں خاتم اولیاء، خاتم رسول کا متبع ہوتا ہے۔ اور خاتم اولیاء، اللہ سے اس علم کے باطنی پہلو کو بھی حاصل کر رہا ہوتا ہے کہ جس علم کے ظاہری پہلو میں وہ خاتم رسل کا متبع ہوتا ہے کیونکہ خاتم اولیاء حقیقت کو جیسے کہ وہ ہے، دیکھ رہا ہوتا ہے۔ تو خاتم اولیاء کے لیے ضروری ہے کہ وہ یہ خواب اسی طرح دیکھے کہ خاتم الاولیاء کی جگہ سونے کی اینٹ کی جگہ ہے جو کہ اس علم کی حقیقت ہے کیونکہ خاتم اولیاء نے بھی یہ علم وہیں سے حاصل کیا ہے کہ جہاں سے وہ فرشتہ حاصل کرتا ہے جو رسول پر وحی نازل کرتا ہے۔ پس اگر تمہیں یہ بات اچھی طرح سمجھ آ گئی کہ جس کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے تو تمہیں ہر چیز کا علم بہت اچھی طرح حاصل ہو جائے گا۔“

اب اس میں پہلا کفر تو یہ ہے کہ اپنے علم کو سونے کی اینٹ بنا دیا اور رسول اللہ ﷺ کے علم کو چاندی کی اینٹ۔ دوسرا کفر یہ ہے کہ یہ ہذیان بکا کہ نبوت کی دیوار ان دو اینٹوں کے بغیر مکمل نہ ہو گی۔ تیسرا کفر یہ بک دیا کہ خاتم اولیاء یعنی ابن عربی دو اینٹوں کے برابر ہے اور اس طرح اپنی فضیلت

رسول اللہ ﷺ سے بھی دو درجے بڑھا دی کہ آپ ﷺ کا علم تو چاندی کی اینٹ ہے جبکہ یہ سونے اور چاندی دو اینٹوں کے قائمقام ہے کیونکہ اس کے پاس علم کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ علم کا ظاہر اسے خاتم رسل سے ملا ہے لہذا اس نے چاندی کی اینٹ کا مقام بھی حاصل کر لیا جبکہ علم کا باطن یعنی حقیقت اس نے براہ راست وہاں سے حاصل کی ہے جہاں سے حضرت جبرئیل علیہ السلام، خاتم رسل پر وحی نازل کرتے ہیں۔ اور اب علم کا باطن یعنی علم کی حقیقت اس سے تمام انبیاء حاصل کرتے ہیں۔ تو اس سے بڑھ کر کفر کیا ہو گا!

یہی وجہ ہے کہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے کہا تھا کہ اگر فصوص الحکم میں کفر نہیں ہے تو دنیا میں کہیں بھی کفر نہیں ہے۔ اور ابھی تو شیخ ابن عربی کی ان عبارتوں پر ائمہ دین کی نقد ہم آگے چل کر نقل کرتے ہیں کہ انہیں ان عبارتوں سے کیا سمجھ آیا اور ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی نقد کے تو کیا کہنے کہ اس تو کا اپنا ہی ایک لیول ہے۔ تو جو شخص اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ سے افضل قرار دیتا ہے تو اب ہمیں تاویل کر کے یہ بتلاؤ گے کہ ایک حضرت یہ کہنا چاہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کبھی اللہ سے علم حاصل کرتے ہوئے خاتم رسل بن جاتے ہیں اور کبھی خاتم اولیاء۔ جب خاتم رسل ہوتے ہیں تو علم کا ظاہر یعنی شریعت کا علم حاصل کرتے ہیں اور جب خاتم اولیاء بنتے ہیں تو علم کا باطن یعنی حقیقت یعنی وحدت الوجود کا علم حاصل کرتے ہیں۔ تو شیخ ابن عربی کا فلسفہ سمجھنے کی کوشش کریں، اس کا دماغ نہیں پھرا ہوا تھا، قادیانی کا بھی دماغ خراب نہیں تھا۔ قادیانی نے سارا فلسفہ اسی ابن عربی سے لیا ہے۔ البتہ قادیانی کے دعوے اتنے بڑے نہیں ہیں جتنے ابن عربی کے ہیں۔ ابن عربی کا کفر تو قادیانی کے کفر سے بہت بڑھ کر ہے۔

شیخ ابن عربی فتوحات مکیہ میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

"السؤال الثالث عشر فان قلت ومن الذي يستحق خاتم الأولياء كما يستحق محمد صلى الله عليه وسلم خاتم النبوة فلنقل في الجواب الختم ختمان ختم يختم الله به الولاية المحمدية فأما ختم الولاية على الإطلاق فهو عيسى عليه السلام فهو الولي بالنبوة المطلقة في زمان هذه الأمة وقد حيل بينه وبين نبوة التشريع والرسالة فينزل في آخر الزمان وارثاً خاتماً لا ولى

بعده بنبوة مطلقة كما ان محمداً صلى الله عليه وسلم خاتم النبوة لانبوة تشريع بعده وان كان بعده مثل عيسى من أولى العزم من الرسل وخواص الانبياء ولكن زال حكمه من هذا المقام لحكم الزمان عليه الذي هو لغيره فينزل ولياً ذا نبوة مطلقة يشركه فيها الأولياء المحمديون فهو منا وهو سيدنا فكان أول هذا الأمر نبي وهو آدم وآخره نبي وهو عيسى أعنى نبوة الاختصاص فيكون له يوم القيامة حشران حشر معنا وحشر مع الرسل وحشر مع الانبياء وأما ختم الولاية المحمدية فهي لرجل من العرب من أكرمها أصلاً ويداً وهو في زماننا اليوم موجود عرفت به سنة خمس وتسعين وخمسمائة ورأيت العلامة التي له قد أخفاها الحق فيه عن عيون عباده وكشفها لي بمدينة فاس حتى رأيت خاتم الولاية منه وهو خاتم النبوة المطلقة لايعلمها كثير من الناس وقد إبتلاه الله بأهل الانكار عليه فيما يتحقق به من الحق في سره من العلم به وكما ان الله ختم بمحمد صلى الله عليه وسلم نبوة الشرائع كذلك ختم الله بالختم المحمدي الولاية التي تحصل من الوارث المحمدي لا التي تحصل من سائر الانبياء فان من الأولياء من يرث أبراهيم وموسى وعيسى فهؤلاء يوجدون بعد هذا الختم المحمدي وبعده فلا يوجد ولي على قلب محمد صلى الله عليه وسلم هذا معنى خاتم الولاية المحمدية وأما ختم الولاية العامة الذي لايوجد بعده ولي فهو عيسى عليه السلام." [1]

”تیرہواں سوال یہ ہے کہ اگر آپ یہ پوچھیں کہ جس طرح رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں تو خاتم اولیاء کون ہے؟ تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ خاتم ولایت دو ہیں؛ ایک وہ جو ولایت محمدیہ کے خاتم ہوں گے اور دوسرے وہ جو عام ولایت کے خاتم ہوں گے۔ اور دوسرے خاتم اولیاء کہ جن سے مطلق ولایت ختم ہو جائے گی، حضرت عیسی علیہ السلام ہیں۔ اور وہ ایسے ولی ہیں جو اس امت میں مطلق نبوت کے حامل ہیں جبکہ وہ اس کے اور تشریعی نبوت کے مابین حائل ہیں۔ پس آپ علیہ السلام کا نزول آخری زمانے میں ہو گا جبکہ آپ خاتم الاولیاء ہوں گے اور آپ کے بعد کوئی ایسا ولی نہ ہو گا جو مطلق نبوت کے ساتھ ہو جیسا کہ

[1] ابن عربي، محي الدين، الفتوحات المكية، الباب الثالث والسبعون، دار الكتب العلمية، بيروت، 75/3

محمد ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کے بعد کوئی تشریعی نبوت نہیں ہے۔ البتہ آپ ﷺ کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے ہیں جو اولو العزم اور خاص رسولوں میں سے ہیں لیکن ان کے رسول ہونے کا حکم اس امت میں آنے کے وقت میں باقی نہیں رہے گا کیونکہ رسول کا حکم اس وقت میں محمد ﷺ کے لیے ہے لہذا وہ ایک ایسے ولی کے طور اس امت میں تشریف لائیں گے جو مطلق نبوت کے حامل ہوں گے اور ان کی اس مطلق نبوت میں اس امت کے اولیاء بھی شریک ہوں گے۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہم میں سے ہیں، ہمارے سردار ہیں۔ تو اس دنیا کی ابتدا بھی نبی سے ہوئی یعنی آدم علیہ السلام سے اور اختتام بھی نبی پر ہو گا یعنی عیسیٰ علیہ السلام پر۔ اور نبوت سے مراد خاص نبوت ہے [نہ کہ مطلق نبوت]۔ تو قیامت والے دن ان کا حشر انبیاء ورسل کے ساتھ بھی ہو گا اور اس امت کے ساتھ بھی۔ اور جہاں تک خاتم اولیاء کی بات ہے تو وہ عرب میں سے ایک شخص ہو گا کہ جو اپنے نسب اور عمل دونوں وجہ سے معزز ہو گا اور وہ خاتم اولیاء ہمارے زمانے میں موجود ہے اور مجھے اس کے بارے 595ء میں معرفت حاصل ہوئی۔ اور میں نے خاتم اولیاء میں اس کی ختم ولایت کی وہ نشانی بھی دیکھی ہے جو حق سبحانہ وتعالیٰ نے اس میں اپنے بندوں سے چھپا رکھی تھی۔ اور یہ سب مجھ پر فاس کے شہر میں کھلا ہے کہ میں نے خاتم اولیاء کو دیکھا اور یہی خاتم اولیاء، خاتم نبوت مطلق بھی ہے۔ اسے اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں اور اللہ عزوجل نے اس خاتم اولیاء کو اس آزمائش میں ڈالا ہے کہ لوگ اس کا انکار کر رہے ہیں جبکہ اس کے بارے حق سچ باطنی علم سے ثابت ہو چکا۔ تو جس طرح اللہ عزوجل نے تشریعی نبوت کو محمد ﷺ پر ختم کیا تو اسی طرح ولایت کو بھی اس خاتم اولیاء پر ختم کر دیا لیکن اس ولایت کو جو محمدی وراثت سے جاری ہوتی ہے جبکہ دیگر انبیاء کی وراثت سے جاری ہونے والی ولایت باقی رہے گی اور ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سے وراثت پانے والے ولی اس محمدی خاتم الاولیاء کے بعد بھی موجود رہیں گے۔ اور محمدی خاتم الاولیاء کے بعد اب قلب محمدی پر کوئی ولی اس امت میں پیدا نہیں ہو گا اور یہی خاتم ولایت محمدیہ کا معنی ہے جبکہ عمومی معنی میں ختم ولایت حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ہو گی۔"

اصل میں ابن عربی کے فلسفے پر یہ اعتراض ہوتا تھا کہ جب اس نے اپنے آپ کو خاتم اولیاء بنالیا تو اب کیا اس کے بعد ولی نہیں ہوں گے؟ تو اس نے اس اعتراض کے جواب میں یہ فلسفہ بنایا کہ وہ ولایت محمدیہ کا خاتم ہے، ولایت عامہ کا نہیں۔ اور ولایت عامہ کے خاتم، حضرت عیسی علیہ السلام ہوں گے لہذا اس امت میں ابن عربی کے بعد بھی ولایت جاری رہے گی لیکن یہ ولایت قلب محمدی پر نہیں ہو گی۔ اسی طرح دیکھیں، بار بار ابن عربی یہ جملے دہراتا ہے کہ نبوت تشریعی ختم ہوئی ہے۔ پھر یہ کفر کہ خاتم اولیاء، خاتم نبوت مطلقہ ہے یعنی وہی بات کہ مطلق نبوت جاری تھی، تشریعی ختم ہو گئی تھی اور مطلق نبوت کو خاتم الاولیاء نے ختم کیا ہے اور اسی لیے وہ دو اینٹوں کے قائمقام ہے؛ ایک تو مطلق نبوت کو اس نے ختم کر دیا اور دوسرا ولایت محمدیہ کو ختم کر دیا۔

اور یہ جس خاتم اولیاء کو ابن عربی نے دیکھا تھا، یہ وہ خود ہی تھا۔ اور اس نے حالت کشف میں اپنے آپ کو خاتم اولیاء دیکھا ہے۔ یہ بہت چالاک آدمی ہے کہ اپنی حیثیت کو اس طرح پردوں میں چھپا چھپا کر پیش کرتا ہے کہ اسے پہلے ہی سے اندیشہ ہے کہ اس کے کھلم کھلا دعووں کو لوگ رد کر دیں گے اور اس پر فتوے لگا دیں گے لیکن علماء اور فقہاء نے پھر بھی اس کے کفر کو بے نقاب کیا جسے اسے نے مختلف مقام پر بکھیر دیا تھا اور اسی کو اصطلاح میں زندیق کہتے ہیں جو اپنے کفر کو پردوں میں چھپا کر پیش کرے۔ آج کل ابن عربی کا شعری دیوان دیکھ رہا ہوں۔ اس میں تفصیل سے اس کے کشف موجود ہیں کہ جن میں وہ اپنے آپ کو خاتم اولیاء دیکھتا ہے۔ اور اس کے فاس شہر کے کشف اور ان کا شاعری میں بیان تو بہت معروف ہے۔ ابھی اس کی نثر سے عبارت پیش کروں گا کہ وہ اپنے آپ کو ہی خاتم اولیاء قرار دیتا ہے۔ شیخ ابن عربی ایک اور جگہ فتوحات میں لکھتے ہیں:

"فكنت بمكة سنة تسع وتسعين وخمسمائة أرى فيما يرى النائم الكعبة مبنية بلبن فضة وذهب لبنة فضة ولبنة ذهب وقد كملت بالنباء وما بقي فيها شيء وأنا أنظر إليها وإلى حسنها فالتفت إلى الوجه الذي بين الركن اليماني والشامي هو إلى الركن الشامي أقرب فوجدت موضع لبنتين لبنة فضة ولبنة ذهب ينقص من الحائط في الصفين في الصف الأعلى ينقص لبنة ذهب وفي الصف الذي يليه ينقص لبنة فضة فرأيت نفسي قد انطبعت في موضع تلك اللبنتين فكنت أنا عين تينك اللبنتين وكمل الحائط

ولم يبق في الكعبة شيء ينقص وأنا واقف أنظر واعلم أني واقف واعلم أني عين تينك اللبنتين لا أشك في ذلك وأنهما عين ذاتي واستيقظت فشكرت الله تعالى وقلت متأوّلا أني في الأتباع في صنفي كرسول الله صلى الله عليه وسلم في الأنبياء عليهم السلام وعسى أن أكون ممن ختم الله الولاية بي وما ذلك على الله بعزيز." [1]

''میں 599ء میں مکہ میں تھا کہ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ خانہ کعبہ کی ایک اینٹ سونے کی اور ایک چاندی کی، اور وہ اس طرح بنا ہوا ہے۔ خانہ کعبہ کی عمارت مکمل ہے، اس میں کچھ کمی نہیں ہے۔ اور میں کبھی اسے اور کبھی اس کے حسن عمارت کو دیکھ رہا ہوں کہ اچانک میری نظر رکن یمانی اور رکن شامی کے مابین طرف پر پڑتی ہے۔ اور رکن شامی کے قریب مجھے خانہ کعبہ کی دیوار میں دو لائنوں میں دو اینٹوں کی جگہ خالی نظر آئی؛ ایک سونے کی اینٹ اور دوسری چاندی کی اینٹ کی جگہ۔ دیوار میں اوپر والی لائن میں سونے کی اینٹ کی جگہ خالی تھی جبکہ نچلی لائن میں چاندی کی اینٹ کی جگہ خالی تھی۔ تو میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں نے ان دونوں اینٹوں کی جگہ پُر کر دی ہے جیسے کہ میں وہ دونوں اینٹیں ہوں۔ اور اس طرح خانہ کعبہ کی دیوار مکمل ہو گئی اور خانہ کعبہ کی عمارت میں کوئی کمی نہ رہ گئی۔ اور میں کھڑا یہ سب منظر دیکھ رہا ہوں۔ اچھی طرح سمجھ لو کہ میں کھڑا ہوں اور میں یہ جانتا ہوں کہ میں ہی وہ دونوں اینٹیں ہوں اور مجھے اس میں ذرہ بھی شک نہیں ہے۔ اور وہ دونوں اینٹیں میں ہی ہوں۔ اس کے بعد میں بیدار ہوا تو میں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ اور میں نے اس خواب کی یہ تعبیر کی کہ میں اپنی صنف میں وہی مقام رکھتا ہوں جو رسول اللہ ﷺ کو انبیاء میں حاصل ہیں اور مجھے یہ امید ہے کہ مجھ پر ولایت ختم ہو چکی ہے اور یہ اللہ کے لیے مشکل نہیں۔''

شیخ ابن عربی نے فتوحات مکیہ میں ہی ایک اور مقام پر صراحت سے یہ دعوی کیا ہے کہ وہ خود ہی خاتم الاولیاء ہیں اور اس میں انہیں کسی قسم کا شک نہیں ہے۔

---

[1] الفتوحات المكية، الباب الخامس والستون، 1/480-481

"أنا ختم الولاية دون شك ... لورث الهاشميّ مع المسيح." [1]

البتہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ شعر میں مجاز بھی مراد ہو سکتا ہے لیکن ان کے اشعار بھی دراصل ان کی اس نثر کی تائید کرتے ہیں جو ہم اوپر نقل کر چکے۔ اور عربی لفظ "أنا" یعنی میں کی آپ کیا تاویل کریں گے! مزید برآں شیخ ابن عربی خاتم الاولیاء کی جس طرح کی صفات بیان کرتے ہیں، اس کے مصداق ان کے علاوہ کوئی نہیں معلوم پڑتا جیسا کہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

"وأما ختم الولاية المحمدية فهو أعلم الخلق بالله لا يكون في زمانه ولا بعد زمانه أعلم بالله." [2]

"ولایت محمدی کا خاتم مخلوق میں سب سے زیادہ اللہ کے بارے علم رکھتا ہے، اللہ کے بارے نہ تو اس کے زمانے میں اور نہ ہی اس کے بعد کوئی اس سے زیادہ علم رکھتا ہو گا۔"

اور یہ اللہ کے بارے علم سے کیا مراد ہے، وہی وحدت الوجود کا علم۔

ابن عربی کے تصور توحید اور تصور ختم نبوت پر حنفی، شافعی، مالکی و حنبلی فقہاء کی نقد

بہت سے دوستوں نے کہا ہے کہ آپ وہ اصل عبارتیں نقل کریں جو فقہاء نے ابن عربی پر فتوے لگائے ہیں تاکہ ہمیں ان کی حقیقت معلوم ہو سکے۔ ذیل میں ہم ان فقہاء کے حوالے نقل کر رہے ہیں کہ جنہوں نے شیخ ابن عربی کی تکفیر وتضلیل کی ہے۔ اور ان حوالوں کے بیان کرنے کا مقصد صرف اتنا ہے کہ جو لعن طعن کرنی ہے، ان فقہاء کو کریں کہ یہ تکفیری تھے، یہ ظاہر پرست تھے، انہیں ابن عربی سمجھ نہیں آیا، ان کی سمجھ دانی چھوٹی تھی، یہ متشدد اور سنگلاخ تھے، سخت دل اور کٹھور تھے، انہیں علم الاعتبار کی سمجھ نہ تھی، انہیں ابن عربی کے ڈسکورس کا نالج نہ تھا، یہ بے وقوف اور اسٹوپڈ تھے، یہ ظاہر پرست تھے، انہیں ابن عربی سے بیر تھا وغیرہ وغیرہ حتی کہ جو بھی لعن طعن آپ ابن عربی کی مخالفت کی وجہ سے سلفیوں پر کر چکے ہیں، وہ تبرا ان فقہاء سے بھی کر کے ثواب دارین حاصل کریں۔ اور یہ فتاوی پڑھتے ہوئے ذرا مرزا قادیانی کے بارے معاصر علماء

---

[1] الفتوحات المكية، الباب الثالث والأربعون، 370/1

[2] الفتوحات المكية، الباب السادس والستون وثلاثمائة، 54/6

کے فتاوی کی عبارتیں بھی ذہن میں گھمائیں، اور پھر غور کریں کہ تاریخ کیسے سفر کرتی ہے۔

ابن عربی کے حوالے سے فقہاء کی یہ عبارتیں اس لیے بھی نقل کر رہا ہوں کہ آپ ایک جوابی مضمون ان فقہاء پر بھی لکھ سکیں کہ آپ کے فقہاء کس قدر بد دیانت بھی تھے کہ کیسے سیاق وسباق سے عبارتوں کو کاٹ کر ابن عربی کی عبارتوں سے ایسے ایسے کفریہ مفاہیم نکالتے رہے جو ابن عربی کے وہم وگمان میں بھی نہ تھے۔ اور آپ یہ بھی واضح کر سکیں کہ ان فقہاء کو عربی نہیں آتی تھی، نہ ہی یہ علم استدلال سے واقف تھے۔ انہیں اصول فقہ جیسے علم میں علم الاعتبار جیسے عظیم علم سے اعتناء نہ برت کر جھک ماری ہے لہذا انہیں پتہ ہی نہیں کہ استدلال کا ایک ڈسکورس یہ بھی ہے۔ یہ فقہاء ابن عربی کی عبقریت کو نہ پہنچ پائے تو چاند پر تھوکنے لگ گئے اور اس کے خلاف فتوے دے ڈالے وغیرہ وغیرہ، بہت سی باتیں کہنے کو ہیں، وہ میں ساتھ ساتھ بتلاتا رہوں گا۔

باقی میں ابن عربی متوفی 638ھ کو کافر نہیں کہتا کیونکہ مجھ میں اتنی جرات نہیں لیکن یہ آپ کے فقہاء کہہ رہے ہیں کہ جن کے پاس فتوے کا حق تھا۔ تو اب ان فقہاء پر ایک فتوی آجانا چاہیے لیکن مجھے پہلے ان کی فہرست مکمل کر دینے لیجیے گا تاکہ آپ کے فتوی سے کوئی فقیہ محروم نہ رہ جائے۔ اور ویسے ابن عربی کے بارے فقہاء کے اتنے فتاوی میرے پاس جمع ہیں کہ ایک سال بیان کرتا رہوں تو ختم نہ ہوں۔ امر واقعہ یہی ہے کہ وجودی صرف یہ بڑھکیں مارنے کے لیے رہ گئے ہیں کہ سلفیوں کو بات سمجھ نہیں آئی، سمجھ نہیں آئی اور انہیں اس کی ہوا بھی نہیں لگی کہ وحدت الوجود کے مخالفین کیا کچھ تحقیقی کام کر چکے ہیں۔ بس انہیں ایک جھلک دکھانا چاہتا ہوں۔ اور فقہاء کے جو فتوے میں نقل کر رہا ہوں، میں نے اصل کتب سے سیاق وسباق کے ساتھ دیکھے ہیں، اور یہ کتب میرے پاس موجود بھی ہیں۔ اور جو اصل کتب سے میں نے خود نہیں دیکھے ہوں گے تو اس کا بھی ذکر کر دوں گا۔

تو اب کے نیچے کی عبارتیں ساری آپ کے فقہاء کی ہیں، جو عزت افزائی کرنی ہے، ان کی کریں، میں تو صرف نقال ہوں۔ اگر ان فقہاء کی عزت افزائی نہیں کر سکتے تو پھر ان معاصر علماء پر بھی طعن نہ کریں جو ابن عربی پر فتوے لگاتے ہیں کیونکہ اس کی عبارتوں میں کچھ ایسا ہے یا نکلتا ہے تو ہی تو فقہاء

نے اتنی بڑی تعداد میں اس پر فتوے لگائے ہیں۔ اور یہی بات ہم آپ کو سمجھانا چاہتے ہیں کہ کب تک سلفیوں کو نہ سمجھنے یا ہیرا پھیری کرنے کے طعنے دے کر اپنے مقلدین کو مطمئن کرتے رہیں گے۔ یہ سارے جن کے فتوے میں نقل کر رہا ہوں، سلفی نہیں ہیں بلکہ ان کی بڑی تعداد صوفیوں کی ہے۔ حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی فقہاء ہیں۔ انہیں ان فتووں کی راہ کس نے دکھائی ہے۔ یہ سارے مختلف مکاتب فکر کے فقہاء اپنے باہمی اختلافات کے باوجود اس بات پر کیسے متفق ہو گئے کہ ابن عربی کافر ہے یا اس کا عقیدہ کفریہ ہے۔ ان سب کو ابن عربی ایک ہی جیسا کیوں سمجھ میں آتا ہے۔ تو توحید اور ختم نبوت وغیرہ جیسے بنیادی تصورات ہمارے دین میں ایسا امر نہیں ہے کہ کبھی مشتبہ ہو جائیں اور تاویلیوں کی بھینٹ چڑھ جائیں۔

معروف مفسر قرآن امام برہان الدین البقاعی الشافعی متوفی 885ھ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"موقف العلماء من ابن عربي وابن الفارض: وقد كفرهما العلماء بسبب ما نقل من حالهما، وما صدق ذلك من كلامهما. أما ابن عربي، فالمتكلمون فيه كثير جدا، وكان له علم كثير في فنون كثيرة، وله خداع كبير غر به خلقا، فأثنى عليه لأجل ذلك ناس من المؤرخين ممن خفي عليهم أمره، أطبق العلماء على تكفيره وصار أمرا إجماعيا۔" [1]

"ابن عربی اور ابن الفارض کے بارے علماء کا موقف: تو علماء نے ان دونوں کے حالات کے سبب اور ان کے ان نظریات کی وجہ سے کہ جن کی نسبت ان کی طرف سچ ثابت ہو چکی، ان کو کافر قرار دیا۔ ابن عربی کے بارے تو بہت سے علماء نے کلام کیا۔ اس کے پاس کافی سارے فنون کا علم تھا۔ اور وہ بہت چالاک انسان تھا کہ جس نے خلق خدا کو دھوکے میں ڈالا۔ اور اس کے فنون میں رسوخ کی وجہ سے ہی بعض مورخین نے اس کی تعریف کر دی کہ وہ اس کے نظریات سے اچھی طرح واقف نہ تھے لیکن علماء نے اس کے کافر ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر دی اور اس کے کفر پر علماء کا اجماع ہو گیا۔"

تو امام بقاعی رحمہ اللہ نے ابن عربی کی تکفیر پر اجماع کا دعوی کیا ہے۔ ہم یہ نہیں کہہ رہے کہ ابن

[1] البقاعي، إبراهيم بن عمر بن حسن، تنبيه الغبي إلى تكفير ابن عربي وتحذير العباد من أهل العناد ببدعة الاتحاد، مكة المكرمة، 2/213-214

عربی کی تکفیر پر اجماع ہے لیکن اگر فقہاء اس کی تکفیر پر اجماع نقل کر رہے ہیں تو اس کا ایک مطلب تو ضرور نکلتا ہے کہ اتنے بڑے پیمانے پر علماء نے ابن عربی کی تکفیر کی ہے کہ وہ اجماع معلوم ہونے لگ گیا۔ تو اسے واقعی اجماع نہ سہی لیکن ایک بڑے فقیہ کا تاثر ہی سمجھ لیں تو اس تاثر کی بھی کچھ بنیادیں تو ہوں گی کہ بڑے پیمانے پر اہل علم نے ابن عربی کی تکفیر کی ہے۔ معروف حنبلی فقیہ اور شیخ ابن عربی کے معاصر فقہاء میں سے علامہ ابن الجوزی متوفی 597ھ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وزاد الملاحدة الوجودية على هؤلاء بما قال شيخهم ابن عربي: إن الولي أعلى درجة من الرسول، لأنه يأخذه من المعدن الذي يأخذه منه الملك الذي يأخذ منه الرسول، فهو أعلى منه بدرجتين، والمعدن عندهم هو العقل، والملك هو الخيال، والخيال تابع للعقل، وهم – بزعمهم يأخذون عن العقل الذي هو أصل الخيال، والرسول يأخذ عن الخيال الذي هو تابع ولهذا صاروا عند أنفسهم فوق الرسول." [1]

"اور مشرکین کی قسم میں ملحد وجودیوں کا بھی اضافہ کر لو جیسا کہ ان کا شیخ، ابن عربی ہے۔ اور اس کا قول ہے کہ ولی کا درجہ رسول سے افضل ہے کیونکہ اس کے بقول ولی اس معدن سے علم حاصل کرتا ہے کہ جہاں سے فرشتہ بھی علم حاصل کرتا ہے۔ اور پھر رسول اس فرشتے سے علم حاصل کرتا ہے۔ تو اس کے نزدیک ولی کو رسول سے دو درجہ فضیلت حاصل ہے۔ اور معدن سے ان کی مراد عقل ہے، اور فرشتے سے ان کی مراد خیال ہے۔ اور خیال، عقل کے تابع ہوتا ہے۔ اور ان کا گمان یہ ہے کہ یہ وجودی تو عقل سے براہ راست علم حاصل کرتے ہیں جو خیال کی اصل ہے جبکہ رسول، خیال سے علم حاصل کرتا ہے جو عقل کے تابع ہے۔ پس اس طرح ان کا درجہ رسول سے بلند ہے۔"

علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ جو شیخ ابن عربی کے معاصرین میں سے ہیں، وہ ابن عربی کے تصور نبوت کے پیچھے موجود فلاسفی کا ذکر کر رہے ہیں کہ وجودی مکتب فکر کے صوفیاء مذہبی اصطلاحات کو فلسفیانہ معانی کے لیے کیسے کیسے استعمال کرتے ہیں گویا کہ وہ کفریہ فلسفیانہ نظریات کو مذہبی

[1] ابن الجوزي، أبو الفرج عبد الرحمن بن علي، كيد الشيطان لنفسه قبل خلق آدم عليه السلام ومعه بيان مذاهب الفرق الضالة، مكتبة ابن تيمية، القاهرة، 1420ھ، ص 64

اصطلاحات کا لبادہ پہنا کر انہیں مقدس اور قابل قبول بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ بنیادی طور یہ صوفیاء کا نہیں فلاسفہ کا گروہ ہے کہ جنہوں نے تصوف کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے تاکہ اس رستے اس امت میں اپنے فلسفے کو پھیلا سکیں۔ معدن اور ملک یعنی فرشتے کی اصطلاحات کو عقل اور خیال کے معنی میں استعمال کرنا ابن عربی سے پہلے گزر جانے والے فلاسفہ اور صوفیاء کی ایک جماعت کے ہاں عام تھا جیسا کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"وهؤلاء المتفلسفة يجعلون النبوة من جنس ما يحصل لعلماء الفلاسفة الكاملين عندهم. ومن هذا صار كثير من متصوفة الفلاسفة يطمعون في النبوة، أو فيما هو أعلى منها عندهم، كما حدثونا عن السهروردي المقتول أنه كان يقول: لا أموت حتى يقال لي: قم فأنذر. وكذلك ابن سبعين كان يقول: لقد زرب ابن آمنة حيث قال: لا نبي بعدي. وابن عربي صاحب الفتوحات المكية كان يتكلم في خاتم الأولياء، ويقول: إنه أعلم بالله من خاتم الأنبياء، وإن الأنبياء جميعهم يستفيدون العلم بالله من جهة هذا المسمى بخاتم الأولياء، والعلم بالله عندهم هو القول بوحدة الوجود، كما قد عرف من قول هؤلاء ويقول: مقام النبوة في برزخ ... فويق الرسول ودون الولي ويقول: إن خاتم الأولياء يأخذ من المعدن الذي يأخذ منه الملك، الذي يوحى به إلى الرسول. وهذا على أصل هؤلاء الفلاسفة الملاحدة، الذين يجعلون الملائكة ما يتمثل في نفس النبي من الصور الخيالية النورانية، وكلام الله ما يحصل في نفسه من ذلك. فالنبي عندهم يأخذ عن هذه الأمثلة الخيالية في نفسه الدالة على العلم العقلي، والولي يأخذ العلم العقلي المجرد. ولهذا يجعلون تكليم الله لأحدهم أفضل من تكليمه لموسى بن عمران، لأن موسى كلم عندهم بحجاب الحرف والصوف، أي بخطاب كان في نفسه، ليس خارجاً عن نفسه. ويقول بعضهم كلم من سماء عقله، وأحدهم يكلم بدون هذا الحجاب، وهو إلهامه المعاني المجردة في نفسه. وصاحب خلع النعلين وأمثاله يسلكون هذا المسلك." [1]

[1] ابن تيمية، أحمد بن عبد الحليم درء تعارض العقل والنقل، جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية، المملكة العربية السعودية، الطبعة الثانية، 1411 هـ-1991 م، 10/204-205

"اور نام نہاد فلسفیوں کی اس جماعت کا خیال یہ ہے کہ نبوت ایک ایسا مقام اور مرتبہ ہے جو فلسفے میں کمال رکھنے والے ماہرین کو حاصل ہو جاتا ہے۔ اور صوفیاء میں سے اکثر فلاسفہ اسی فکر کے زیر اثر نبوت بلکہ اپنے تئیں اس سے بھی بلند مقام حاصل کرنے کی خواہش کرنے لگے جیسا کہ سہروردی سے ہم تک اس کا یہ قول پہنچا ہے کہ وہ یہ کہا کرتا تھا کہ مجھے اس وقت تک موت نہیں آئے گی جب تک مجھے یہ نہ کہا جائے: قم فأنذر یعنی کھڑے ہو کر انذار کرو [واضح رہے کہ یہ جملہ رسول اللہ ﷺ کو کہا گیا]۔ اسی طرح ابن سبعین یہ کہا کرتا تھا کہ آمنہ کے بیٹے نے لانبی بعدی کہہ کر ہمارے رستے بند کر دیے۔ اسی طرح ابن عربی فتوحات مکیہ کے مولف نے خاتم الاولیاء کی اصطلاح میں ایسی باتیں کی ہیں اور اس کا کہنا یہ ہے کہ خاتم الاولیاء، اللہ کے بارے خاتم الانبیاء سے بھی زیادہ علم رکھتا ہے۔ اور اس کا کہنا یہ بھی ہے کہ تمام انبیاء اللہ کے بارے علم اسی خاتم الاولیاء سے حاصل کرتے ہیں۔ اور اللہ کے بارے علم سے اس کی مراد وحدت الوجود ہے جیسا کہ اس جیسوں کے اقوال سے یہ بات واضح ہے۔ اور اس کا کہنا یہ بھی ہے کہ نبوت، رسالت سے اوپر اور ولایت سے نچلا مقام ہے۔ اور اس کا کہنا یہ بھی ہے کہ خاتم الاولیاء اس معدن سے علم حاصل کرتا ہے جہاں سے فرشتہ لیتا ہے اور پھر اسے رسول کی طرف وحی کر دیتا ہے۔ اور ابن عربی کے اس قول کی بنیاد ملحد فلسفیوں کا یہ اصول ہے کہ ملائکہ سے مراد وہ نورانی اور خیالی صورتیں ہیں جو نبی کے نفس میں پیدا ہوتی ہیں اور کلام الٰہی سے مراد نبی کے نفس میں ان صورتوں کا حاصل ہے۔ تو ان ملحد فلسفیوں کا کہنا یہ ہے کہ نبی تو ان خیالی صورتوں سے علم حاصل کرتا ہے جو اس کے نفس میں پیدا ہوتی ہیں اور عقلی علوم پر دلالت کرنے والی ہوتی ہیں [نہ کہ خود علوم عقلیہ ہوتی ہیں] جبکہ ولی محض علوم عقلیہ حاصل کرتا ہے۔ اس لیے ان کا کہنا یہ ہے کہ ان کا پروردگار سے کلام کرنا موسی علیہ السلام کے اپنے رب سے کلام کرنے سے افضل ہے کیونکہ ان کے بقول حضرت موسی علیہ السلام نے تو حروف اور اصوات کے حجاب کے ساتھ پروردگار سے کلام کیا جبکہ انہوں نے اپنے نفس میں پروردگار سے کلام کیا کہ جس کا کوئی خارجی وجود نہیں تھا۔ اور ان میں سے بعض کا کہنا یہ ہے کہ انہوں نے اپنے پروردگار سے

عقل کُل سے کلام کیا۔ اور ان میں سے بعض وہ بھی ہیں جو اپنے رب سے حجاب کے بغیر کلام کرتے ہیں۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا رب ان کے نفس میں مجرد معانی [یعنی الفاظ کے حجاب سے پاک کلام] الہام کرتا ہے۔ اور "خلع النعلين" کے مصنف کا یہی مسلک ہے۔"

امر واقعہ یہ ہے کہ اس موضوع پر امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے بہتر کلام کسی کا موجود نہیں ہے لیکن ہم امام صاحب کو زیادہ نقل نہیں کرنا چاہتے کیونکہ ان کے بارے یہ تاثر عام کر دیا گیا ہے کہ جیسے انہیں ابن عربی کی ذات سے کوئی بغض تھا حالانکہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی جس کتاب سے ہم نے یہ اقتباس نقل کیا ہے، وہ اصلاً فلاسفہ کے رد میں ہے لیکن اس میں ایک ذیلی بحث کہیں کہیں صوفیاء کے فلاسفہ کی بھی آ گئی ہے لہذا ابن عربی وغیرہ کا تبعاً ذکر آ گیا۔ لیکن ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی گہرائی دیکھیں کہ ایک ایک لفظ ایک ایک کتاب جتنے معانی کی طرف اشارہ کر رہا ہوتا ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس اقتباس میں ایک صاحب کا ذکر کیا ہے جو کہ ایک کتاب "خلع النعلين" کے مصنف ہیں اور کہا ہے کہ یہ فکر اصلاً اس کا ہے۔

اس کتاب کا مکمل نام "كتاب خلع النعلين واقتباس النور من موضع القدمين" ہے۔ یہ کتاب ڈاکٹر محمد امرانی کی تحقیق کے ساتھ جامعہ قاضی عیاض، مراکش سے 1418ھ میں شائع ہو چکی ہے۔ شیخ ابن عربی نے اس کتاب کی شرح لکھی تھی جو "شرح كتاب خلع النعلين" کے عنوان سے 2013ء میں موسسہ آفاق، مراکش سے پبلش ہوئی ہے۔ اس کا مصنف ابن قسی متوفی 546ھ فلسفی اور صوفی ہے، اندلس کا رہنے والا ہے اور مریدین کے نام سے اس نے ایک جتھا بنا کر اپنی حکومت قائم کرنے کے لیے ایک انقلاب بھی برپا کرنے کی کوشش کی تھی لیکن ناکام ہوا۔ ابن قسی کی کتاب "خلع النعلين" میں اس کے بنیادی مصادر اخوان الصفاء اور مسرہ کا مکتب فکر ہیں۔ تو یہ اس فکر کی ایک سند ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ ابن عربی سے پہلے کوئی خلا موجود ہے اور ابن عربی نے آ کر ان باتوں کی ابتداء کی ہے بلکہ حقیقت محمدیہ کا تصور بہت شد و مد کے ساتھ ہمیں ابن قسی کے ہاں مل جاتا ہے۔

وحدت الوجود کے تمام بنیادی مباحث ابن قسی کے ہاں موجود ہیں۔ ابن قسی کی کتاب کے محقق

ڈاکٹر محمد امرانی نے ابن قسی کی مصطلحات اور اس کے ہاں ان سے مراد لیے جانے والے معانی کی ایک فہرست تیار کی ہے اور اس میں یہ کام بھی کیا ہے کہ یہ اصطلاحات ابن عربی اور دیگر صوفیاء نے اپنی کن کتابوں میں کہاں کہاں انہی معانی میں استعمال کی ہیں کہ جن میں ابن قسی اس سے پہلے استعمال کر چکا تھا۔ تو اسے تحقیق کہتے ہیں۔ ابن عربی نے اپنی کتاب فتوحات مکیہ میں کئی ایک مقامات پر ابن قسی اور اس کی کتاب کا حوالہ دیا ہے بلکہ ایک جگہ یہ بھی لکھا ہے کہ میں نے ابن قسی کی یہ کتاب اس کے بیٹے سے تیونس میں 590ھ میں پڑھی ہے۔[1] اور پھر ان کی رسول اللہ ﷺ پر جرات دیکھیں کہ کیسے بے ادبی سے آپ ﷺ کا ذکر کرتے ہیں کہ آمنہ کے بیٹے نے ان کا رستہ بند کر دیا، معاذ اللہ! اور ان کے یہ اقوال صرف امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ذکر نہیں کیے۔ آپ کو یہ اقوال دیگر کتب تاریخ اور اسماء ورجال میں بھی مل جائیں گے۔

بہر حال ہم اپنے اصل موضوع کی طرف واپس آتے ہیں کہ فقہاء نے ابن عربی کے بارے کیا کہا ہے تو حنفی فقیہ اور صوفی علامہ علاؤ الدین البخاری متوفی 841ھ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"ثم اعلم أن صاحب الفصوص لقد تجاهر بالوقاحة العظمى وجاوز بالحماقة الأمد الأقصى، حيث فضل نفسه الدنية بفرط شقائه على النبي آدم عليه السلام ومن دونه تحت لوائه، بأن جعل في تكميل الدين لبنة الذهب نفسه الغوي المبين، ولبنة الفضة خاتم النبيين، بل كذب بهذا رب العالمين، حيث زعم أن الدين لم يكمل بسيد البشر المبعوث إلى كافة العجم والعرب، بل كان بقى منه موضع يسده لبنتان فضة وذهب، فلبنة الفضة النبي الذي ختم به النبوة، ولبنة الذهب الولي الذي ختم به الولاية، يعني نفسه المبطل المرتاب الأوقح من مسيلمة الكذاب حيث لم يرض ذلك الوقح الغاوي بما رضي به مسيلمة من ادعاء رتبة التساوي ولذا تسميه الملاحدة من الأشقياء بخاتم الأولياء، يفضلونه لعنهم الله على خاتم الرسل والأنبياء. ثم إن خيال الحشيش وخباط السوداء حمله على ترويج هذه الزندقة الشنعاء باختلاق رويا لا يصدقها إلا الأغبياء من الأغوياء، وهي ما أودعها في

[1] الفتوحات المكية: 190/6

دیباجة الفصوص."[1]

"اچھی طرح جان لو کہ فصوص الحکم کتاب کے مصنف نے بہت بڑی بکواسات اور حد درجہ احمقانہ باتیں کی ہیں کہ اپنے گھٹیا نفس کو اپنی بد بختی کے سبب آدم علیہ السلام بلکہ تمام انبیاء سے افضل قرار دیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ دین اسلام کی عمارت ایک سونے اور ایک چاندی کی اینٹ سے مکمل ہو گی۔ اور سونے کی اینٹ سے اس کی مراد وہ خود بد بخت ہے جبکہ چاندی کی اینٹ سے مراد اس کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس شخص نے ایسی باتوں سے خدا کو جھٹلا دیا ہے کہ اس کا خیال ہے کہ یہ دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ساتھ مکمل نہیں ہوا کہ اس میں دو اینٹوں کی جگہ ہے کہ جس میں چاندی کی اینٹ تو ختم نبوت کی ہے اور سونے کی اینٹ ختم ولایت کی ہے۔ اور ختم ولایت کی اینٹ سے مراد وہ خود ہے جو کہ مسیلمہ کذاب سے بھی بڑا دجال ہے کہ مسیلمہ کذاب نے تو کم از کم اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مساوی قرار دیا تھا لیکن اس نے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہونے کا دعوی کر دیا۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس کے بد بخت ملحد پیروکار اسے خاتم الاولیاء کہتے ہیں اور وہ ملعون اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل کہتے ہیں۔ شاید بھنگ اور چرس کے استعمال نے اس کی مت مار دی تھی کہ وہ ایسا الحاد ایک خواب کی بنیاد پر حکم نبوی سمجھ کر پھیلاتا رہا کہ جس خواب کی تصدیق کوئی احمق اور گمراہ ہی کر سکتا ہے جیسا کہ یہ خواب اس کی کتاب فصوص کے دیباچے میں موجود ہے۔"

معروف متکلم علامہ سعد الدین التفتازانی متوفی 792ھ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"ثم اعلم أن صاحب الفصوص لقد تجاهر بالوقاحة العظمى وجاوز بالحماقة الأمد الأقصى، حيث فضل نفسه الدنية بفرط شقائه على النبي آدم عليه السلام ومن دونه تحت لوائه، بأن جعل في تكميل الدين لبنة الذهب نفسه الغوي المبين، ولبنة الفضة خاتم النبيين، بل كذب بهذا رب العالمين، حيث زعم أن الدين لم يكمل بسيد البشر المبعوث إلى كافة العجم

[1] علاؤ الدين البخاري، محمد بن محمد بن محمد، فاضحة الملحدين وناصحة الموحدين، دراسة وتحقيق محمد بن إبراهيم العوضي تحت إشراف الدكتور سفر الحوالي والدكتور بركات دويدار، جامعة أم القرى، مكة المكرمة، 2/23-24

والعرب، بل كان بقى منه موضع سدة لبنتان فضة وذهب، فلبنة الفضة النبي الذي ختم به النبوة، ولبنة الذهب الولي الذي ختم به الولاية، يعني نفسه المبطل المرتاب الأوقح من مسيلمة الكذاب حيث لم يرض ذلك الوقح الغوي بما رضي به مسيلمة من ادعاء رتبة التساوي ولذا تسميه الملاحدة من الأشقياء بخاتم الأولياء،ويفضلونه لعنهم الله على خاتم الرسل والأنبياء. ثم إن خيال الحشيش وخباط السوداء حمله على ترويج هذه الزندقة الشنعاء باختلاق رويا لا يصدقها إلا الأغبياء من الأغوياء، وهي ما أودعها في ديباجة الفصوص... فقد صح عن صاحب المواقف عضد الدين، اعلى الله درجته في عليين، أنه لما سئل عن كتاب الفتوحات لصاحب الفصوص حين وصل هناك قال: أفتطمعون من مغربي يابس المزاج بحر مكة ويأكل الحشيش غير الكفر... فإذن الكل هو الله لا غير، فلا نبي، ولا رسول، ولا مرسل، ولا مرسل إليه." [1]

"اچھی طرح جان لو کہ فصوص الحکم کتاب کے مصنف یعنی ابن عربی نے بہت بڑی بکواسات اور حد درجہ احمقانہ باتیں کی ہیں کہ اپنے گھٹیا نفس کو اپنی بد بختی کے سبب آدم علیہ السلام بلکہ تمام انبیاء سے افضل قرار دیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اس دین اسلام کی عمارت ایک سونے اور ایک چاندی کی اینٹ سے مکمل ہو گی۔ اور سونے کی اینٹ سے اس کی مراد وہ خود بد بخت ہے جبکہ چاندی کی اینٹ سے مراد اس کے نزدیک رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اس شخص نے ایسی باتوں سے خدا کو جھٹلا دیا ہے کہ اس کا خیال ہے کہ یہ دین رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے ساتھ مکمل نہیں ہوا کہ اس میں دو اینٹوں کی جگہ اس کے بعد بھی خالی ہے جس میں چاندی کی اینٹ تو ختم نبوت کی ہے اور سونے کی اینٹ ختم ولایت کی ہے۔ اور ختم ولایت کی اینٹ سے مراد وہ خود ہے جو کہ مسیلمہ کذاب سے بھی بڑا دجال ہے کہ مسیلمہ کذاب نے تو کم از کم اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے مساوی قرار دیا تھا لیکن اس نے تو آپ ﷺ سے افضل ہونے کا دعوی کر دیا۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس کے بد بخت ملحد پیروکار

[1] التفتازانی، سعد الدین، الرد علی اباطیل کتاب الفصوص لابن عربي [مخطوط غیر مطبوع بجامعة قاهرة]، ص 228-233

اسے خاتم الاولیاء کہتے ہیں اور وہ ملعون اسے رسول اللہ ﷺ سے افضل کہتے ہیں۔ شاید بھنگ اور چرس کے استعمال نے اس کی مت مار دی تھی کہ وہ ایسا الحاد ایک خواب کی بنیاد پر حکم نبوی سمجھ کر پھیلاتا رہا کہ جس خواب کی تصدیق کوئی احمق اور گمراہ ہی کر سکتا ہے جیسا کہ یہ خواب اس کی کتاب فصوص کے دیباچے میں موجود ہے ... عضد الدین الایجی، مصنف کتاب المواقف، اللہ عزوجل ان کے درجات بلند کرے، سے ابن عربی کی کتاب فتوحات مکیہ کے بارے سوال ہوا جو ان تک پہنچی تھی تو انہوں نے جواباً کہا کہ ایک مغربی خشک مزاج مکہ کی گرمی میں بھنگ کھانے کے بعد کفر کے علاوہ کیا بکے گا؟ اس کے نزدیک ہر چیز اللہ ہے، اس کا غیر نہیں ہے، یہاں نہ کسی نبی کا وجود ہے، نہ رسول کا، نہ نبی کے بھیجنے والے کا اور نہ ہی اس کا کہ جس کی طرف نبی بھیجا گیا ہو۔"

واضح رہے کہ علامہ تفتازانی رحمہ اللہ بڑے متکلمین میں سے ہیں اور ان کی کتاب شرح عقائد نسفیہ مروجہ درس نظامی کے نصاب میں شامل ہے۔ علامہ کی درج بالا کتاب جو کہ ابن عربی کے رد میں ہے، کا قلمی نسخہ جامعہ قاہرہ سے 2003ء میں ایک مقالے کے طور ایڈیٹ کیا گیا ہے لیکن ابھی تک یہ مقالہ شائع نہیں ہوا ہے۔ البتہ الدکتور دغش بن شبیب العجمی نے لکھا ہے کہ انہوں نے جامعہ قاہرہ میں اس مقالے کو دیکھا ہے اور اس میں یہ عبارات موجود ہیں۔[1]

دوسرا یہ کہ علاؤالدین البخاری، علامہ تفتازانی رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں لہذا انہوں نے اپنے استاذ کی عبارت بعینہ اپنی کتاب میں نقل کر دی۔ اور جس شخص کی بھی سلف کی کتابوں پر نظر ہے تو اسے معلوم ہے کہ یہ ان کے ہاں عام ہے کہ شاگرد اپنے اساتذہ کی پوری پوری عبارتیں اپنی کتابوں میں نقل کر جاتے ہیں، اپنے موقف کے طور۔ اور یہ بھی واضح رہے کہ علامہ عضد الدین الایجی، علامہ تفتازانی رحمہ اللہ کے استاذ ہیں۔ تو ان تینوں یعنی شاگرد، استاذ اور داد استاذ کا موقف ابن عربی کے بارے ایک ہی ہے۔ ان تین میں تو دو تو کافی معروف متکلمین ہیں۔

ہم یہ بھی واضح کرتے چلیں کہ شرح عقائد نسفیہ پر حواشی لگانے والے بعض معاصر علماء نے

---

[1] دغش بن شبيب العجمي، الدكتور، ابن عربي عقيدته وموقف علماء المسلمين منه من القرن السادس إلى القرن الثالث عشر، مكتبة أهل الأثر، 2011ء، ص 404

علامہ تفتازانی رحمہ اللہ کے اس کتابچے کا اقرار کیا ہے کہ وہ انہی کا ہے البتہ یہ بات کہی ہے کہ علامہ تفتازانی رحمہ اللہ کو شیخ ابن عربی سمجھ نہیں آیا۔ بس یہ ان بیچاروں کی آخری دلیل ہوتی ہے۔ اب علامہ ابن جوزی، امام عز بن عبد السلام، امام ابن تیمیہ، علامہ تفتازانی، امام ذہبی، امام ابن کثیر، علامہ ابن خلدون، علاؤ الدین البخاری، امام سخاوی، امام سیوطی رحمہم اللہ جیسے نابغوں میں سے کسی کو بھی ابن عربی کی بات سمجھ نہ آئی لیکن انہیں آگئی ہے کہ جن کی مادری زبان بھی عربی نہیں ہے۔ بھئی سمجھ تو چھ ماہ کے بچے کی بات بھی نہیں آتی تو کیا اس کے کلام کو معرفت کی قرار دے دیں۔ تو جن کی بات بڑے بڑوں کو سمجھ نہیں آتی تو وہ تو گھر گھر میں فرشوں پر رُلتے پھرتے ہیں۔

معروف حنفی فقیہ ملا علی القاری متوفی 1014ھ رحمہ اللہ کا کہنا یہ ہے کہ ابن عربی نے اپنے تصور وجود (ontology) کو ثابت کرنے کے لیے اپنے ایک علیحدہ تصور علم (epistemology) کی بنیاد رکھی ہے کیونکہ کتاب و سنت سے اس کا تصور وجود ثابت کرنا ممکن نہیں تھا لہذا اسے اپنے تصور وجود کے اثبات کے لیے اپنا تصور علم بھی وضع کرنا پڑا۔ آسان الفاظ میں ابن عربی کو اپنے تصور توحید کے اثبات کے لیے اپنا تصور نبوت وضع کرنا پڑا تو گویا اس کا تصور نبوت اس کے تصور توحید کی علمی بنیاد ہے۔ ابن عربی کا تصور وجود تو وہ ہے جو اس کا نظریہ وحدت الوجود ہے اور اس کا تصور علم در حقیقت اس کا تصور نبوت ہے۔ ملا علی القاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

" وَمِنْهُم من يَقُول إِن الْأَنْبِيَاء وَالرسل إِنَّمَا يَأْخُذُونَ الْعلم بِاللَّه من مشكاة خَاتم الْأَوْلِيَاء وَيدعِي لنَفسِهِ أَنه خَاتم الْأَوْلِيَاء وَيكون ذَلِك الْعلم حَقِيقَة قَول فِرْعَوْن وَهُوَ أَن هَذَا الْمَوْجُود الْمَشْهُود وَاجِب بِنَفسِهِ لَيْسَ لَهُ صانع مباين لَهُ لَكِن هَذَا يَقُول هُوَ الله وفرْعَوْن أظهر الْإِنْكَار بِالْكُلِّيَّةِ لَكِن كَانَ فِرْعَوْن فِي الْبَاطِن أعرف بِاللَّه مِنْهُم فَإِنَّهُ كَانَ مثبتا للصانع وَهَؤُلَاء ظنُّوا أَن الْمَوْجُود الْمَخْلُوق هُوَ الْمَوْجُود الْخَالِق كَابْن عَرَبِيّ وَأَمْثَاله وَهُوَ لما رأى أَن الشَّرْع الظَّاهِر لَا سَبِيل إِلَى تَغْيِيره قَالَ النُّبُوَّة ختمت لَكِن الْوَلَايَة لم تختم وَادّعى من الْوَلَايَة مَا هُوَ أعظم من النُّبُوَّة وَمَا يكون للأنبياء وَالْمُرْسلِينَ والأنبياء يستفيدون مِنْهَا كَمَا قَالَ شعر (مقَام النُّبُوَّة فِي برزخ ... فويق الرَّسُول وَدون الْوَلِيّ) وَهَذَا قلب للشريعة فَإِن الْوَلَايَة ثَابِتَة لِلْمُؤمنِينَ كَمَا قَالَ تَعَالَى {أَلا إِن

أَوْلِيَاء الله لَا خوف عَلَيْهِم وَلَا هم يَحْزَنُونَ الَّذين آمنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ} والنبوة أخص من الْوَلَايَة والرسالة أخص من النُّبُوَّة وَقَالَ ابْن عَرَبِيّ أَيْضا فِي فصوصه لما مثل النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم النُّبُوَّة بِالْحَائِطِ من اللَّبن فرآها قد كملت إِلَّا مَوضِع اللبنة وَكَانَ هُوَ صلى الله عَلَيْهِ وَسلم مَوضِع اللبنة وَأما خَاتم الْأَوْلِيَاء فَلَا بُد لَهُ من هَذِه الرُّؤْيَة فيرى مَا مثله بِهِ النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم وَيرى نَفسه فِي الْحَائِط مَوضِع لبنتين وَيرى نَفسه تنطبع فِي مَوضِع لبنتين فيكمل الْحَائِط وَالسَّبَب الْمُوجب لكَونه يَرَاهَا لبنتين أَن الْحَائِط لَهُ لبنة من فضَّة ولبنة من ذهب واللبنة الْفضة هِيَ ظَاهره وَمَا يتبعهُ فِيهِ من الْأَحْكَام كَمَا هُوَ آخذ عَن الله تَعَالَى فِي السِّرّ مَا هُوَ فِي الصُّورَة الظَّاهِرَة مُتبع فِيهِ لِأَنَّهُ يرى الْأَمر على مَا هُوَ عَلَيْهِ فَلَا بُد أَن يرَاهُ هَكَذَا وَهُوَ مَوضِع اللبنة الذهبية فِي الْبَاطِن فَإِنَّهُ يَأْخُذ من الْمَعْدن الَّذِي يَأْخُذ مِنْهُ الْملك الَّذِي يوحي بِهِ إِلَى الرَّسُول قَالَ فَإِن فهمت مَا أَشَرنَا إِلَيْهِ فقد حصل لَك الْعلم النافع قَالَ الشَّارِح فَمن ضرب لنَفسِهِ الْمثل بلبنة ذهب وَلِلرَّسُولِ بلبنة فضَّة فَيجْعَل نَفسه أَعلَى وَأفضل من الرَّسُول صلى الله عَلَيْهِ وَسلم {تِلْكَ أمانيهم} {إِن فِي صُدُورهمْ إِلَّا كبر مَا هم ببالغيه} وَكَيف يخفى كفر من هَذَا كَلَامه وَله من الْكَلَام أَمْثَال هَذَا وَفِيه مَا يخفى مِنْهُ الْكفْر فَلهَذَا يحْتَاج إِلَى نقد جيد ليظْهر زيفه فَإِن من الزغل مَا يظْهر لكل ناقد وَمِنْه مَا لَا يظْهر إِلَّا للناقد الحاذق الْبَصِير وَكفر ابْن عَرَبِيّ وَأَمْثَاله فَوق كفر الْقَائِلين لن نؤمن حَتَّى نؤتى مثل مَا أُوتِيَ رسل الله وَلَكِن ابْن عَرَبِيّ وَأَمْثَاله مُنَافِقُونَ زنادقة اتحادية فِي الدَّرك الْأَسْفَل من النَّار والمنافقون يعاملون مُعَاملَة الْمُسلمين لإظهارهم الْإِسْلَام كَمَا كَانَ يظْهر الْمُنَافِقُونَ الْإِسْلَام فِي حَيَاة النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم ويبطنون الْكفْر وَهُوَ يعاملهم مُعَاملَة الْمُسلمين لما يظْهر مِنْهُم فَلَو أَنه ظهر من أحد مِنْهُم مَا يبطنه من الْكفْر لأجرى عَلَيْهِم حكم الْمُرْتَد." [1]

"اور ان میں سے وہ بھی ہے جو یہ کہتا ہے کہ انبیاء ورسل، اللہ کے بارے علم خاتم الاولیاء سے حاصل کرتے ہیں۔ اور اس کا دعوی ہے کہ خاتم الاولیاء وہ خود ہے۔ اور اس کے بقول

[1] الملا على القاري، أبو الحسن نور الدين الهروي، الرد على القائلين بوحدة الوجود/ رد الفصوص المسمى مرتبة الوجود ومنزلة الشهود، دار المأمون، دمشق، الطبعة الأولى، 1415هـ- 1995م، ص 59-61

فرعون کے دعوی ربوبیت کی حقیقت بھی اُسی معرفت کے علم سے طے ہو گی۔ اور اس معرفت کے علم کے مطابق جو موجود نظر آ رہا ہے، یہی واجب الوجود (The Necessary Being) بھی ہے۔ اور اس نظر آنے والے وجود کا کوئی ایسا صانع اور خالق (creator) نہیں ہے جو اِس سے جدا ہو اور اُس کے بقول یہی اللہ ہے۔ فرعون نے اگرچہ اللہ عزوجل کے وجود کا بڑی شد و مد سے انکار کیا تھا لیکن در حقیقت فرعون سب سے بڑا عارف باللہ ہے کہ وہ اپنے اِس انکار کے ذریعے در اصل صانع اور خالق کا اثبات کر رہا تھا۔ تو ان کے بقول مخلوق کا وجود اور خالق کا وجود ایک ہی وجود ہے جیسا کہ ابن عربی وغیرہ کا قول ہے۔ لیکن ابن عربی نے جب یہ دیکھا کہ ظاہر شریعت سے اس کا یہ نظریہ ثابت نہیں ہو سکتا تو اس نے یہ دعوی کر دیا کہ نبوت تو ختم ہو گئی ہے لیکن ولایت باقی ہے۔ اور ولایت کو بھی اس طرح ثابت کیا کہ اسے نبوت سے بڑا درجہ بنا دیا اور انبیاء اور رسول بھی اس ولایت سے مستفید ہوتے ہیں جیسا کہ ابن عربی کا کہنا ہے کہ نبوت کا مقام، مقام برزخ (bridge) ہے کہ یہ رسول سے اوپر ہے اور ولی سے نیچے ہے۔ یہ تو سیدھا سادا شریعت کو تلپٹ کرنے والی بات ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے کہ خبر دار! اللہ کے ولی وہ ہیں کہ جن پر نہ تو کوئی خوف ہو گا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے اور یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور ڈرتے رہے۔ تو نبوت کا درجہ ولایت سے بڑھ کر ہے اور رسالت کا درجہ نبوت سے بڑھ کر ہے۔ اور ابن عربی نے فصوص الحکم میں کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نبوت کی مثال اینٹوں کی ایک دیوار سے دی ہے جو آپ ﷺ نے خواب میں دیکھی تھی کہ جو مکمل ہو چکی تھی لیکن اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی اور اس خالی جگہ کی اینٹ سے مراد رسول اللہ ﷺ تھے۔ تو ابن عربی کا کہنا ہے کہ خاتم الاولیاء کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ ایسا ہی ایک خواب دیکھے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے دیکھا ہے۔ اور خاتم الاولیاء یہ خواب دیکھے کہ دیوار میں دو اینٹوں کی جگہ خالی ہے اور وہ خود یعنی خاتم الاولیاء ان دو اینٹوں کی جگہ لے کر دیوار کو مکمل کر رہا ہے۔ اور ان دو اینٹوں میں ایک چاندی کی اینٹ ہو اور دوسری سونے کی ہو۔ چاندی کی اینٹ سے مراد ظاہر شریعت کے احکام وغیرہ کا علم ہے کہ

جن کا وہ خاتم الاولیاء متبع ہے اور سونے کی اینٹ سے مراد وہ باطنی علم ہے جو وہ اللہ سے براہ راست حاصل کر رہا ہے۔ اور یہ باطنی علم اس ظاہر شریعت کا باطن ہے کہ جس کا وہ متبع ہے کہ وہ اس ظاہر شریعت کی حقیقت کو دیکھ رہا ہے جیسا کہ وہ ہے لہٰذا اسی لیے اس نے خواب اسی طرح دیکھا ہے [یعنی دو اینٹوں کی خالی جگہ دیکھی ہے کہ وہ ظاہر شریعت کا علم رسول سے حاصل کرنے کے ساتھ اس ظاہر کے باطن کا علم اللہ سے براہ راست حاصل کرے گا]۔ تو خاتم الاولیاء باطنی علم کی وجہ سے سونے کی اینٹ کی خالی جگہ بھی پُر کرے گا کیونکہ وہ یعنی خاتم الاولیاء اس معدن سے علم حاصل کرتا ہے جہاں سے فرشتہ وحی حاصل کر کے رسول پر نازل کرتا ہے۔ اس کے بعد ابن عربی نے کہا ہے کہ اگر تم نے میری بات اچھی طرح سے سمجھ لی کہ جس کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے تو تمہیں مفید علم حاصل ہو گیا۔

ملا علی القاری کا کہنا ہے جو شخص اپنے لیے سونے کی اینٹ کی مثال اور رسول کے لیے چاندی کی اینٹ کی مثال بیان کرتا ہے تو وہ اپنے آپ کو رسول ﷺ سے افضل قرار دیتا ہے۔ یہ ان لوگوں کی جھوٹی خواہشات ہے، اور جو خواہشات ابھی ان کے دلوں میں ہیں، وہ ان سے بڑی ہیں لیکن وہ پوری ہونی والی نہیں ہیں۔ تو جس شخص کی باتیں ایسی ہوں، اس کا کفر کیسے مخفی ہو سکتا ہے۔ اور اس کی اس طرح کی اور بھی باتیں ہیں کہ جن میں بعض باتوں میں تو کفر بالکل واضح ہے اور بعض میں کفر چھپا ہوا ہے لہٰذا اچھے نقد کی ضرورت ہے کہ اس چھپے کفر کو بھی واضح کیا جائے تاکہ اس کا جھوٹ سامنے آئے کیونکہ دھوکہ ہر ناقد کو نظر نہیں آتا بلکہ اس کے لیے سمجھدار ناقد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور ابن عربی اور اس جیسوں کا کفر تو ان سے بھی بڑھا ہوا ہے جو یہ کہتے تھے کہ ہم اس وقت تک ایمان نہ لائیں گے جب تک ہمیں بھی کچھ ویسا نہ مل جائے جو رسولوں کو ملا ہے۔ اور ابن عربی اور اس جیسے منافق، زندیق اور خالق اور مخلوق کے اتحاد کے قائل اور جہنم کے سب سے نچلے درجے میں ہیں۔ البتہ دنیا میں ان کے ساتھ معاملہ منافقین والا کیا جائے گا کیونکہ یہ بھی منافقین کی طرح کلمہ پڑھتے ہیں۔ اور منافقین رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے اور اپنے کفر کو چھپاتے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ ان

کے ظاہر کے مطابق معاملہ فرمایا۔ لیکن اگر ان میں سے کوئی ایک اپنے کفر کو ظاہر کر دے گا[یعنی نبوت کا کھلم کھلا دعویٰ کر دے گا یا کھلم کھلا اپنے آپ کو نبی سے افضل کہے گا یا کھلم کھلا وہاں سے علم حاصل کرنے کا دعویٰ کرے گا کہ جہاں سے نبی حاصل کرتا ہے یعنی اپنے خیالات اور نظریات کو وحی بنالے گا وغیرہ] تو پھر اس پر مرتد کا حکم جاری ہو گا۔''

تو اب ہمیں بتلائیں کہ اب بھی ابن عربی اگر شیخ اکبر ہیں تو پھر اس کا مطلب یہی ہے کہ فقہاء کے فتووں کی کوئی اہمیت نہیں ہے کیونکہ علماء نے ابن عربی کی عبارتوں کی تاویلیں کر لی ہیں۔ جب فقہاء کے فتووں کی اہمیت نہیں ہے تو پھر ان علماء کے فتووں کی اہمیت کیوں مسلم ہے جو غلام احمد قادیانی پر فتوے لگاتے ہیں جبکہ اس کی عبارتوں کی بھی تاویل ممکن ہے۔ یا تو اصولاً طے کر لیں کہ کہیں فتویٰ نہیں لگانا ہے لیکن جب آپ ایک جگہ فتویٰ لگا رہے ہوتے ہیں تو آپ مان رہے ہیں کہ میں تکفیری ہوں، میں کسی حد میں جا کر کفر کا فتویٰ لگاؤں گا۔ تو جب آپ قادیانیوں کو کافر کہہ رہے ہیں جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں تو آپ فتوے تو لگا رہے ہیں۔ اصولاً تو آپ نے اس بات کو قبول کر لیا ہے کہ کفر کا فتویٰ لگایا جا سکتا ہے۔ باقی آپ شیخ ابن عربی پر فقہاء کی طرف سے لگائے گئے اس فتوے سے اتفاق نہ کریں، یہ آپ کا حق ہے۔ تو یہی کام فقہاء نے ثواب دارین سمجھ کر شیخ ابن عربی کے ساتھ کیا ہے جو علماء آج غلام احمد قادیانی کے ساتھ ثواب دارین سمجھ کر کر رہے ہیں۔ جو فائدہ امت کو غلام احمد قادیانی پر فتوے لگانے سے حاصل ہوا ہے، وہی فقہاء شیخ ابن عربی پر فتوے لگا کر حاصل کرنا چاہتے تھے۔ تو سلفیہ کو تکفیری کہنے سے کچھ حاصل نہ ہو گا کیونکہ آپ بھی تکفیری ہی ہیں کہ انہی بنیادوں پر کہ جن پر فقہاء نے ابن عربی کی تکفیر کی ہے، آپ غلام احمد قادیانی اور اس کے ماننے والوں کی تکفیر کرتے ہیں۔

رہی آپ کی دوسری بات کہ بعض علماء پر بھی تو کفر کے فتوے موجود ہیں۔ تو ہم نے یہ فرق کیا ہے کہ بعض شخصیات ایسی ہیں کہ جن پر تقریباً سب مکاتب فکر کی طرف سے فتوے موجود ہیں۔ یہی معاملہ قادیانی کے ساتھ ہے اور شیخ ابن عربی کے ساتھ بھی۔ بلکہ شیخ ابن عربی پر جتنے کفر کے فتوے لگے ہیں وہ غلام احمد قادیانی سے زیادہ ہیں۔ تو اگر آپ کی نظر میں کوئی ایسی تحقیق ہو کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ پر بھی جمیع مکاتب فکر کے فقہاء کی طرف سے اتنے ہی کفر کے فتوے لگے ہیں جتنے

ابن عربی پر تو آپ کی بات قابل غور ہے، آپ اس تحقیق کو ضرور سامنے لائیں۔

معروف محدث امام ذہبی الشافعی متوفی 748ھ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وَمِنْ أَرْدَإِ تَوَالِيفِهِ كِتَابُ (الفُصُوْصِ)، فَإِنْ كَانَ لاَ كُفْرَ فِيْهِ، فَمَا فِي الدُّنْيَا كُفْرٌ." [1]

"ابن عربی کی ردی ترین کتابوں میں فصوص الحکم ہے۔ اگر اس میں کفر نہیں تو پھر دنیا میں کہیں بھی کفر نہیں ہے۔"

امام ذہبی متوفی 748ھ رحمہ اللہ ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"وَقَدْ حَكَى العَلاَّمَةُ ابْنُ دَقِيقِ العِيْدِ شَيْخُنَا، أَنَّهُ سَمِعَ الشَّيْخَ عِزَّ الدِّيْنِ ابْنَ عَبْدِ السَّلاَمِ يَقُوْلُ عَنِ ابْنِ العَرَبِيِّ: شَيْخُ سُوءٍ، كَذَّابٌ، يَقُوْلُ بِقِدَمِ العَالِمِ، وَلاَ يُحَرِّمُ فَرْجاً." [2]

"ہمارے استاذ ابن دقیق العید نے ہم سے بیان کیا ہے اور انہوں نے اپنے استاذ شیخ عز بن عبد السلام سے سنا کہ وہ ابن عربی کے بارے کہہ رہے تھے کہ وہ برا اور جھوٹا شخص ہے، جو عالم کو قدیم مانتا ہے اور نکاح اور زنا میں فرق نہیں کرتا۔"

معروف مفسر قرآن امام ابن کثیر الشافعی متوفی 774ھ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وَلَهُ الْكِتَابُ الْمُسَمَّى بِ " فُصُوصِ الْحِكَمِ " فِيهِ أَشْيَاءٌ كَثِيرَةٌ ظَاهِرُهَا كُفْرٌ صَرِيحٌ." [3]

"ابن عربی کی ایک کتاب ہے کہ جس کا نام فصوص الحکم ہے، اس میں بہت سی عبارتیں ایسی ہیں جو صریحا کفر ہیں۔"

علامہ تقی الدین الفاسی متوفی 832ھ، شارح بخاری شیخ ابن حجر العسقلانی متوفی 852ھ رحمہما اللہ سے براہ راست نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وسمعت صاحبنا الحافظ الحجة، القاضی شهاب الدين أحمد بن على

---

[1] الذهبي، محمد بن أحمد، سير أعلام النبلاء، مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الثالثة، 1405 ه، 23/ 48

[2] سير أعلام النبلاء: 23/ 48-49

[3] ابن كثير، إسماعيل بن عمر، البداية والنهاية، دار هجر، بيروت، الطبعة الأولى، 1418 هـ-1997 م، 17/ 253

بن حجر، الشافعی یقول: جری بینی وبین بعض المحبین لابن عربی، منازعة کثیرة فی أمر ابن عربی ... فقلت له: ما للسلطان فی هذا مدخل، ألا تعال نتباهل ... قال: فقال لی: بسم الله. قال: فقلت له: قل اللهم إن کان ابن عربی علی ضلال، فالعنی بلعتك، فقال ذلك. وقلت أنا: اللهم إن کان ابن عربی علی هدی، فالعنی بلعنتك، وافترقنا. قال: ثم اجتمعنا فی بعض متنزهات مصر فی لیلة مقمرة. فقال لنا: مر علی رجلی شيء ناعم، فانظروا. فنظرنا فقلنا: ما رأینا شیئا. قال: ثم التمس بصره، فلم یر شیئا." [1]

''میں نے اپنے ساتھی حافظ قاضی شہاب الدین ابن حجر الشافعی رحمہ اللہ سے سنا ہے کہ وہ کہہ رہے تھے کہ ایک دفعہ میرے اور ابن عربی کے ایک مرید کے مابین ابن عربی کے بارے میں شدید اختلاف ہو گیا... تو میں نے اس مرید سے کہا، اس جھگڑے میں مجھے سلطان کے پاس مت گھسیٹو، ہم مباہلہ کر لیتے ہیں۔ تو اس مرید نے کہا: بسم اللہ کریں۔ میں نے اس مرید سے کہا کہ یہ الفاظ کہو کہ اگر تو ابن عربی گمراہ ہے تو یا اللہ! مجھ پر لعنت بھیج۔ تو اس نے یہ الفاظ کہہ دیے۔ پھر میں نے کہا کہ اے اللہ! اگر ابن عربی ہدایت پر ہے تو مجھ پر لعنت بھیج۔ پھر ہم جدا ہو گئے۔ پھر کچھ عرصہ بعد ہم دوست مصر کے بعض باغات میں ایک چاندنی رات میں جمع ہوئے تو اسی مرید نے ہمیں کہا کہ میرے پاؤں پر سے کوئی ملائم چیز گزری ہے، دیکھو تو وہ کیا ہے۔ ہم نے دیکھا تو کچھ بھی نہیں تھا لیکن اس کے بعد اس کی بصارت چلی گئی اور وہ اندھا ہو گیا۔''

پھر یہ کہتے ہیں کہ فقہاء نے ابن عربی کی مدح بھی تو کی ہے۔ تو کیا مدح بیان کی ہے، وہ بھی دیکھ لیں۔ عام طور شیخ ابن عربی پر جو کتابیں ان کے مداحین کی طرف سے لکھی جاتی ہیں تو وہ درج ذیل قسم کی عبارتوں کو ابن عربی کی مدح میں نقل کرتے ہیں کہ جن کا ذکر ہم نیچے کر رہے ہیں۔ اسی سے اندازہ لگا لیں کہ انہیں ابن عربی کی مدح میں فقہاء سے کیا کچھ مل جاتا ہو گا۔ مثال کے طور علامہ علاؤ الدین الحصکفی الحنفی متوفی 1088ھ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

---

[1] تقي الدين الفاسي، العقد الثمين فی تاریخ البلد الأمين، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى، 1998 م، 300-299/2

"من قال عن فصوص الحكم للشيخ محيي الدين بن العربي: إنه خارج عن الشريعة وقد صنفه للاضلال ومن طالعه ملحد ماذا يلزمه؟ أجاب: نعم فيه كلمات تباين الشريعة، وتكلف بعض المتصلفين لارجاعها إلى الشرع، لكنا تيقنا أن بعض اليهود افتراها على الشيخ قدس الله سره فيجب الاحتياط بترك مطالعة تلك الكلمات، وقد صدر أمر سلطاني بالنهي فيجب الاجتناب من كل وجه. انتهى، فليحفظ." [1]

"اگر کسی شخص کا یہ کہنا ہو کہ شیخ ابن عربی کی فصوص الحکم شریعت سے باہر ہے اور انہوں نے یہ کتاب لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے تصنیف کی ہے اور جو اسے پڑھے گا، وہ ملحد ہے تو اس سے کیا لازم آئے گا؟ جواب: جی ہاں! فصوص الحکم میں ایسی باتیں ہیں جو شریعت کے منافی ہیں۔ اور بعض متکلفین نے ان باتوں کو شریعت سے ثابت کرنے کے لیے تکلف سے کام لیا ہے، لیکن ہمارا یقین یہ ہے کہ یہودیوں نے حضرت شیخ قدس اللہ سرہ پر جھوٹ گھڑا ہے [یعنی ان کی کتابوں میں یہ باتیں داخل کر دی ہیں]۔ پس ان عبارتوں کے مطالعہ کو ترک کر دینا ہی ضروری ہے۔ اور ایک امر سلطانی بھی صادر ہوا تھا کہ جس میں یہ تھا کہ ان کی کتابوں کے مطالعے سے ہر پہلو سے اجتناب کیا جائے۔ اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں۔"

تو ہم بھی یہ کہتے ہیں کہ علامہ علاؤ الدین الحصکفی رحمہ اللہ کی یہ جمع ایک اچھی تاویل ہے کہ جس پر فریقین کا اتفاق ہو سکتا ہے۔ تو جن فقہاء نے کہا ہے کہ شیخ ابن عربی کی تحریروں میں اضافہ اور تحریف ہوئی ہے تو اگرچہ میری تحقیق کے مطابق امر واقعہ میں ایسا نہیں ہوا ہے لیکن میں پھر بھی یہ کہتا ہوں کہ شخصیت کو مطعون کرنا کوئی دینی مقصد نہیں ہے۔ دینی مقصد تو صرف عقائد اور فکر کی اصلاح ہے۔ تو اگر یہ مقصد اس طرح سے پورا ہو جائے کہ فریقین اس بات پر متفق ہو جائیں کہ شیخ ابن عربی کی کفریہ عبارتیں ان کی اپنی نہیں ہیں، وہ کسی نے ان کی کتابوں میں ڈال دی ہیں، لہٰذا آئندہ سے وہ پبلش نہیں ہوں گی، ان کی شروحات نہیں لکھی جائیں گی، ان کی تدریس نہیں ہو گی،

[1] علاء الدين الحصكفي، محمد بن علي، الدر المختار شرح تنوير الأبصار وجامع البحار، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى، 1423هـ- 2002م، ص 347

ان کی تاویل نہیں ہو گی، ان کی ان کی طرف نسبت نہیں ہو گی تو میری رائے میں پھر شیخ ابن عربی کو مطعون کرنے کی کوئی ضرورت اور وجہ باقی نہیں رہ جاتی ہے۔

اور ابن عربی کے مداحین کو یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ فقہاء میں سے بھی بعض ابن عربی پر کفر کا فتوی لگاتے ہیں تو جو نہیں لگاتے وہ کم از کم یہ فتوی لگاتے ہیں کہ ان کی کتابوں میں کفریہ عقائد اور عبارات کی وجہ سے ان کو پڑھنا اور دیکھنا حرام ہے تو یہ بھی شیخ ابن عربی کے افکار و نظریات کی مذمت ہی ہے جیسا کہ علامہ الحصکفی رحمہ اللہ نے ابن عربی کی کتابوں کو دیکھنے پڑھنے سے منع کیا ہے۔

علامہ تقی الدین الفاسی المالکی متوفی 832ھ لکھتے ہیں کہ مجھ سے علامہ ابن خلدون المالکی متوفی 808ھ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے:

"أنبأني القاضي أبو زيد عبد الرحمن بن خلدون الأصولي قال: أعلم أرشدنا الله وإياك للصواب، وكفانا شر البدع والضلال، أن طريق المتصوفة منحصرة في طريقين: الطريقة الأولى: وهي طريقة السنة، طريقة سلفهم الجارية على الكتاب والسنة، والاقتداء بالسلف الصالح من الصحابة والتابعين. ثم قال: والطريقة الثانية: وهي مشوبة بالبدع، وهي طريقة قوم من المتأخرين، يجعلون الطريقة الأولى وسيلة إلى كشف حجاب الحس لأنها من نتائجها. ثم قال: ومن هؤلاء المتصوفة: ابن عربي، وابن سبعين، وابن برجان، وأتباعهم، ممن سلك سبيلهم ودان بنحلتهم، ولهم تواليف كثيرة يتداولونها، مشحونة من صريح الكفر، ومستهجن البدع، وتأويل الظواهر لذلك على أبعد الوجوه وأقبحها، مما يستغرب الناظر فيها من نسبتها إلى الملة أو عدها في الشريعة. ثم قال: وليس ثناء أحد على هؤلاء، حجة للقول بفضله، ولو بلغ المثنى ما عسى أن يبلغ من الفضل؛ لأن الكتاب والسنة، أبلغ فضلا وشهادة من كل أحد. ثم قال: وأما حكم هذه الكتب المتضمنة لتلك العقائد المضلة، وما يوجد من نسخها بأيدي الناس، مثل: الفصوص، والفتوحات لابن عربي، والبد لابن سبعين، وخلع النعلين لابن قسي، وعين اليقين لابن برجان، وما أجدر الكثير من شعر ابن الفارض، والعفيف التلمساني وأمثالها، أن تلحق بهذه الكتب، وكذا شرح ابن الفرغاني للقصيدة التائية من نظم ابن الفارض. فالحكم في هذه الكتب كلها

وأمثالها، إذهاب أعيانها متى وجدت، بالتحريق بالنار والغسل بالماء، حتى ينمحى أثر الكتابة، لما فى ذلك من المصلحة العامة فى الدين، بمحو العقائد المضلة، ثم قال: فيتعين على ولى الأمر، إحراق هذه الكتب دفعا للمفسدة العامة." [1]

"ہمیں قاضی ابن خلدون اصولی نے یہ خبر دی ہے کہ جان رکھو! اللہ عزوجل نے ہمیں اور تمہیں سیدھے رستے کی ہدایت دی اور ہمیں بدعت اور گمراہی سے بچایا ہے۔ اہل تصوف دو قسم پر ہیں؛ ایک وہ جو سنت کے رستے پر ہیں اور یہ متقدمین صوفیاء کا طریقہ ہے جو کتاب و سنت کے مطابق چلتے ہیں اور صحابہ و تابعین کے متبع ہیں۔ اور دوسری قسم متاخرین صوفیاء کی ہے جو بدعات سے پُر ہے۔ اس دوسرے گروہ کا خیال ہے کہ متقدمین صوفیاء کا طریقہ جس سے پیدا ہونے والے حجاب کو اٹھانے کے لیے ایک ذریعہ اور وسیلہ تھا بس۔ ان متاخرین صوفیاء میں ابن عربی، ابن سبعین، ابن برجان اور ان کے رستے پر چلنے والے ان کے پیروکار وغیرہ ہیں۔ اور ان صوفیاء کی بہت سی تصانیف ہیں جو کفریہ عبارات اور بدعی اقوال سے بھری پڑی ہے۔ اور ان عبارتوں کے ظاہری مفہوم کی تاویل اس طرح سے کرنا کہ ان کی دین اسلام کی طرف نسبت ممکن ہو سکے یا وہ شریعت شمار ہو سکیں تو ہر غور و فکر کرنے والے کے نزدیک ایسی تاویلات دور کی کوڑی لانے کے مترادف ہی ٹھہریں گی۔ اور اگر کوئی ان صوفیاء کی تعریف کر دے تو اس کی وہ تعریف اس وجہ سے حجت نہیں بن جاتی بھلے تعریف کرنے والا کوئی کتنا ہی بڑا شخص کیوں نہ ہو کیونکہ کتاب و سنت کی شہادت سے بڑھ کر کسی کی گواہی نہیں ہو سکتی۔ اور گمراہ کن عقائد پر مشتمل ان کتابوں مثلاً ابن عربی کی فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ، ابن سبعین کی البد، ابن قسی کی خلع النعلین، ابن برجان کی عین الیقین، ابن الفارض اور التلسمانی کے اکثر اشعار اور ابن الفارض کے قصیدہ تائیہ کی وہ شرح جو ابن الفرغانی نے کی ہے وغیرہ کے جو نسخے لوگوں کے پاس موجود ہیں، ان کا حکم یہ ہے کہ یہ جہاں ملیں، ان کو مٹا دیا جائے، یا تو آگ میں جلا دیں، یا پھر پانی میں بہا دیں یہاں تک کہ ان کے حروف مٹ جائیں کیونکہ دینی مصلحت کا

[1] العقد الثمين فى تاريخ البلد الأمين: 2/ 288-289

تقاضا یہی ہے کہ گمراہ کن عقائد کو مٹا دیا جائے۔ اور سلطان کا یہ فرض ہے کہ فساد عام سے بچنے کے لیے ان کتابوں کے جلانے کا حکم جاری کرے۔"

معروف مفسر ابو حیان الاندلسی الشافعی متوفی 745ھ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وَمَنْ ذَهَبَ مِنْ مَلَاحِدَتِهِمْ إِلَى الْقَوْلِ بِالِاتِّحَادِ وَالْوَحْدَةِ: كَالْحَلَّاجِ، وَالشَّوْذِيِّ، وَابْنِ أَحْلَى، وَابْنِ الْعَرَبِيِّ الْمُقِيمِ كَانَ بِدِمَشْقَ، وَابْنِ الْفَارِضِ." [1]

"اور صوفیاء میں سے جو ملحد صوفی ہیں جو کہ خالق اور مخلوق کو ایک قرار دیتے ہیں، ان میں حلاج، شوذی، ابن احلی، ابن عربی جو کہ دمشق میں مقیم تھا اور ابن الفارض وغیرہ ہیں۔"

شرف الدین عیسی الزواوی المالکی متوفی 743ھ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"أما هذا التصنيف الذى هو ضد لما أنزله عزوجل فى كتبه المنزلة، وضد أقوال الأنبياء المرسلة، فهو افتراء على الله، وافتراء على رسوله صلى الله عليه وسلم. ثم قال: وما تضمنه هذا التصنيف، من الهذيان والكفر والبهتان، فكله تلبيس وضلال وتحريف وتبديل، ومن صدق بذلك أو اعتقد صحته، كان كافرا ملحدا صادا عن سبيل الله تعالى، مخالفا لملة رسول الله صلى الله عليه وسلم، ملحدا فى آيات الله، مبدلا لكلمات الله." [2]

"شیخ ابن عربی کی کتاب فصوص الحکم اللہ کی نازل کردہ کتب کے خلاف ہے، انبیاء کی تعلیمات کے خلاف ہے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر بہتان ہے۔ اس کتاب کے مضامین بکواسات، کفر اور بہتان ہیں بلکہ دین اسلام میں دجل، گمراہی، تحریف اور تبدیلی ہے۔ جو اس کتاب کے مشمولات (content) کی تصدیق کرے گا یا اس کے جیسے عقیدہ رکھے گا تو وہ کافر اور ملحد، اللہ کے رستے سے رک جانے والا، رسول ﷺ کے دین کے مخالف، اللہ کی آیات میں الحاد کرنے والا ہے اور اللہ کے کلمات کو تبدیل کرنے والا ہے۔"

اس فتوی کو علامہ تقی الدین الفاسی المالکی متوفی 832ھ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "العقد الثمین" میں نقل کیا ہے۔ اصل میں علامہ الفاسی کے زمانے میں بہت سے فقہاء سے شیخ ابن عربی

---

[1] أبو حيان الأندلسي، البحر المحيط في التفسير، دار الفكر، بيروت، 1420 هـ، 4/ 210

[2] العقد الثمين فى تاريخ البلد الأمين: 2/ 286

کی کتابوں فصوص اور فتوحات کی عبارات کے بارے فتوی طلب کیا گیا تو علامہ صاحب نے اس استفتا کی عبارت بھی اور اس کے بارے مالکی، شافعی اور حنبلی فقہاء کے مفصل فتاوی بھی اپنی کتاب میں نقل کیے ہیں جنہیں ہم طوالت کے خوف سے نقل نہیں کر رہے اور انہیں اصل کتاب میں دیکھا جا سکتا ہے۔ بلاشبہ بعض علماء نے شیخ ابن عربی کی تحسین کی ہے لیکن وہ غیر معروف علماء ہیں۔

جہاں تک معروف فقہاء کی بات ہے تو وہ یا تو ابن عربی پر کفر کا فتوی لگاتے ہیں یا پھر ابن عربی کے عقائد کو کفریہ کہتے ہیں یا پھر ابن عربی کی کتابوں کے مطالعہ کو حرام قرار دیتے ہیں۔ اور تینوں صورتوں میں ابن عربی کے نظریات کا رد ہوتا ہے۔ البتہ بعض فقہاء نے یہ کہہ کر ابن عربی کی تحسین کی ہے کہ یہ اس کی عبارتیں ہی نہیں ہیں تو گویا یہ فقہاء بھی ابن عربی کی عبارتوں کو ضلالت اور گمراہی ہی سمجھتے ہیں، تبھی تو اس کی طرف ان عبارتوں کی نسبت کے قائل نہیں ہیں۔ امام سیوطی الشافعی متوفی 911ھ رحمہ اللہ کے بارے کہا جاتا ہے کہ وہ ابن عربی کے مداح ہیں اور انہوں نے ان کے دفاع میں ایک کتابچہ بھی تصنیف کیا ہے۔ تو ذرا ان کی عبارتیں بھی دیکھ لیں اور یہ عبارتیں اس کتابچے کی ہیں جو انہوں نے ابن عربی کی مدح میں مرتب کیا ہے تو اس سے آپ کو اندازہ ہو سکتا ہے کہ فقہاء کے نزدیک شیخ ابن عربی کے نظریات کی کتنی کوئی مدح ہو سکتی ہے۔ امام سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"ففرقة تعتقد ولايته. وهي المصيبة ... 2 - وفرقة تعتقد ضلاله ومنهم طائفة كبيرة من الفقهاء ... 3 - وفرقة شكت في أمره." [1]

"ابن عربی کے بارے علماء تین حصوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک گروہ وہ ہے جو ان کو ولی کہتا ہے اور یہی رائے درست معلوم ہوتی ہے... دوسرا گروہ وہ ہے جو ان کو گمراہ کہتا ہے اور فقہاء کی بڑی جماعت کا موقف یہی ہے... اور تیسرا گروہ ان کے بارے شک میں ہے۔"

تو امام سیوطی رحمہ اللہ نے یہ کتابچہ ابن عربی کی براءت میں لکھا تھا اور وہ انہیں اللہ کا ولی لکھ رہے ہیں لیکن انہیں بھی یہ ماننا پڑ رہا ہے کہ فقہاء کی اکثریت ابن عربی کو گمراہ ہی کہتی ہے۔ تو کم از کم اتنا تو

[1] تنبئة الغبي بتبرئة ابن عربي: ص 1

مان لو کہ جمہور فقہاء نے ابن عربی پر گمراہ ہونے کا فتویٰ لگایا ہے یعنی جن کو ابن عربی کے دفاع میں نقل کرنا ہے، ان کی بات بھی پوری نہیں مانی۔ ایک اور جگہ امام سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"والقول الفصل عندي في ابن عربي طريقه لا يرضاها فِرْقَتَا أهل العصر: لا من يعتقده، ولا من يحط عليه. وهي: اعتقادُ وِلايته، وتحريم النظر في كُتُبِه."[1]

"میرے نزدیک اس مسئلے کا حل یہ ہے جو شاید فریقین کے لیے قابل قبول نہ ہو، ان کے لیے بھی جو ابن عربی کے معتقد ہیں اور ان کے لیے بھی جو ابن عربی پر چڑھائی کرتے ہیں کہ ابن عربی کو ولی مان لیا جائے لیکن ان کی کتابوں کو پڑھنا حرام قرار دے دیا جائے۔"

تو امام سیوطی رحمہ اللہ یہ نہیں کہہ رہے کہ شیخ ابن عربی نے کفر نہیں کہا ہے بلکہ وہ صرف یہ کہہ رہے ہیں کہ ہمیں شخصیت سے لینا دینا نہیں ہے، اسے ہم ولی ماننے کو تیار ہیں لیکن تم اس کی کفریہ عبارات سے براءت کا اظہار کر دو، عوام کو اس کی کتابیں پڑھنے سے روک دو۔ تو جب کسی شخص کا شر بہت پھیل جائے تو اسے روکنے کے لیے بہترین حکمت عملی یہی ہو سکتی ہے۔

اپنی ایک اور کتاب میں امام سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"ويحرم تحريماً غليظاً أن يفسر القرآن بما لا يقتضيه جوهر اللفظ كما فعل (ابن عربي) المبتدع الذي ينسب إليه كتاب الفصوص الذي هو كفر كله."[2]

"اور قرآن مجید کی ایسے تفسیر کرنا کہ قرآن کے لفظ کا جوہر اس کو قبول نہ کرتا ہو تو ایسی تفسیر کرنا حرام ترین کام ہے جیسا کہ ابن عربی جیسے بدعتی شخص نے کیا ہے کہ جس کی طرف فصوص کتاب منسوب ہے اور وہ کفر سے بھری پڑی ہے۔"

امام سیوطی رحمہ اللہ کے بعد ان کے شاگردوں میں سے قاضی عبد الوہاب الشعرانی الشافعی متوفی 973ھ رحمہ اللہ نے ابن عربی کے دفاع میں دو مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں کہ جن میں سے

---

[1] السيوطي، جلال الدين، تنبيه الغبي في تخطئة ابن عربي، مكتبة الآداب، القاهرة، 1990ء، ص 20-21

[2] السيوطي، جلال الدين عبد الرحمن، التحبير في علم التفسير، دار العلوم للطباعة والنشر، الرياض، ص 405

"اليواقيت والجواهر في بيان عقائد الأكابر" اہم ہے۔ اس میں انہوں نے ابن عربی کے دفاع میں بہت زور لگایا ہے۔ اب اس کتاب کا بھی کچھ حال دیکھتے ہیں، کل رات سے اس کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ اچھا ایک بات کہ شعرانی نے سیوطی رحمہ اللہ کو اپنا شیخ کہا ہے لہذا میں نے لکھ دیا اگرچہ سیوطی رحمہ اللہ کی وفات کے وقت شعرانی رحمہ اللہ کی عمر 13 سال بنتی ہے۔

قاضی عبد الوہاب الشعرانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وقد أخبرني العارف بالله تعالى الشيخ أبو طاهر المزني الشاذلي رضي الله عنه أن جميع ما في كتب الشيخ محيي الدين مما يخالف ظاهر الشريعة مدسوس عليه." [1]

"مجھے عارف باللہ شیخ ابو طاہر المزنی رضی اللہ عنہ نے بتلایا ہے کہ شیخ ابن عربی کی کتابوں میں جو عبارتیں بھی خلاف شریعت ہیں، وہ کسی نے ان کی کتابوں میں شامل کر دیں ہیں، وہ ان کی نہیں ہیں۔"

تو شعرانی رحمہ اللہ نے ابن عربی کے دفاع میں دو مقدمے قائم ہیں؛ ایک یہ کہ ان عبارتوں کا ہی انکار کر دو کہ جن پر کفر کے فتوے ہیں اور ان کی تاویل بھی ممکن نہیں ہے کہ وہ عبارتیں ابن عربی کی ہیں ہی نہیں۔ اور دوسرا یہ کہ ایسی عبارتوں کی تاویل کر دو۔ وہ لکھتے ہیں:

"الفصل الأول في ذكر نبذة من أحوال الشيخ محيي الدين بن العربي رضي الله عنه وبيان أن ما وجد في كتبه مخالف لظاهر كلام العلماء مدسوس عليه أو مؤول." [2]

"پہلی فصل شیخ ابن عربی کے حالات زندگی اور اس بات کے بیان میں ہے کہ شیخ کی کتابوں میں جو علمائے اہل سنت والجماعت کے عقائد کے خلاف باتیں ہیں تو وہ اضافہ ہیں یا ان کی تاویل کی جائے گی۔"

اب شعرانی رحمہ اللہ جب فصوص الحکم میں موجود فرعون کے ایمان لانے والی عبارت کی بات

---

[1] الشعراني، عبد الوهاب، اليواقيت والجواهر في بيان عقائد الأكابر، دار إحياء التراث العربي، بيروت، ص 16

[2] اليواقيت والجواهر في بيان عقائد الأكابر: ص 17

کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ عبارت شیخ ابن عربی کی نہیں ہو سکتی لہذا کسی نے ان کے کلام میں اس کا اضافہ کیا ہے۔ دوسری طرف جب ولی کے نبی سے افضل ہونے کی بات کرتے ہیں تو تاویل میں پڑ جاتے ہیں اور وہی تاویل جس کا ہم ذکر کر چکے کہ نبی کی ولی کی جہت، اس کی رسالت کی جہت سے افضل ہوتی ہے۔ ایک تو اس تاویل کا ہم رد کر چکے ہیں کہ یہ ایک احمقانہ بات ہے کہ نبی کی فضیلت ہی رسالت کی وجہ سے ہوتی ہے نہ کہ عبادت کی وجہ سے۔ اور دوسرا یہ کہ ابن عربی کی عبارتیں اس تاویل کو قبول نہیں کرتی ہیں جیسا کہ اکثر ائمہ دین نے اس کی عبارت کے وہی کفریہ معانی ہی بیان کیے ہیں اور انہوں نے اس عبارت پر کفریہ ہونے کا فتوی ہی لگایا ہے یہاں تک کہ شیخ مجدد الف ثانی نے بھی اس عبارت کا رد کیا ہے اور اس کی تاویل نہیں کی، جو آگے آئے گا۔ شیخ مجدد کے ابن عربی پر رد کے حوالے سے ہم حوالہ جات سے مستقل کلام کریں گے۔ تو قاضی شعرانی رحمہ اللہ بھی کم از کم بعض عبارتوں کے کفریہ ہونے کے قائل ہیں، اسی لیے تو انہیں شیخ ابن عربی کی عبارتیں ہی نہیں سمجھتے ہیں۔ تو امام سیوطی اور قاضی عبد الوہاب شعرانی رحمہما اللہ جیسے بڑے مدافعین کی یہ صورت حال ہے کہ ایک کہہ رہے کہ ہیں تو ولی اللہ لیکن ان کی کتابوں کو پڑھنا حرام ہے اور دوسرے کہہ رہے ہیں کہ ان کی کتابوں میں کسی نے الحاق اور اضافہ کر دیا ہے۔ تو نتیجہ تو اس دفاع کا یہی رہا کہ ابن عربی کی کتابوں میں کفر موجود ہے۔

جہاں تک شیخ ابن عربی کے بارے علماء کے موقف کی بات ہے تو اس حوالے سے شعرانی رحمہ اللہ نے رطب ویابس جمع کر دیا ہے مثلاً لکھتے ہیں کہ امام ابن کثیر رحمہ اللہ سے سوال ہوا کہ ابن عربی کے بارے آپ کی رائے کیا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ جو ابن عربی کو غلط کہے، وہ خود غلط ہے۔ اور حوالہ کوئی نہیں ہے جبکہ امام ابن کثیر رحمہ اللہ کی رائے ان کی اپنی کتاب "البدایۃ" سے ہم نقل کر چکے ہیں کہ وہ شیخ ابن عربی کے نظریات کو کفریہ کہتے ہیں۔ تو ابن کثیر رحمہ اللہ نے یہ بات کہاں نقل کی ہے، قاضی عبد الوہاب شعرانی رحمہ اللہ سے یہ سوال کیا جائے تو ان کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔ یہاں ابن عربی کے دفاع میں وہ واقعہ کربلا کے ایک قصہ گو کی طرح کی تحقیق پیش کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ مثال کے طور وہ یہ کہتے ہیں کہ قاضی بدر الدین ابن جماعۃ رحمہ اللہ سے ابن عربی کے

بارے سوال ہوا تو انہوں نے جواب میں کہا کہ اس کے بڑے ہونے پر لوگوں کا اتفاق ہے اور حوالہ یا مصدر یا سند کوئی نہیں، حالانکہ انہی قاضی بدر الدین ابن جماعہ متوفی 733ھ رحمہ اللہ کے بارے میں علامہ تقی الدین الفاسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ انہوں نے شیخ ابن عربی کی عبارتوں کے جواب میں یہ فتوی لکھ کر دیا:

"قوله: الحق المنزه، هو الخلق المشبه، إن أراد بالحق رب العالمين، فقد صرح بالتشبيه وتغالى فيه. وأما إنكاره ما ورد في الكتاب والسنة من الوعيد، فهو كافر به عند علماء أهل التوحيد." [1]

"اور ابن عربی کا یہ کہنا کہ حق تعالی جو منزہ ہے، وہی خلق مشبہ ہے، اگر تو اس کی حق سے مراد رب العالمین ہے تو اس نے تشبیہ میں بہت غلو اختیار کیا ہے۔ اور وہ کتاب وسنت کے نظریات کا انکار کر کے وعید میں شامل ہو گیا ہے۔ اور ایسا شخص تمام اہل توحید کے نزدیک کافر ہے جو کتاب وسنت کے نظریات کا انکار کر دے۔"

تو ہم یہ نہیں کہہ رہے کہ قاضی عبد الوہاب شعرانی رحمہ اللہ جب شیخ ابن عربی کے دفاع میں کسی امام کا قول نقل کریں تو اپنے سے لے کر اس امام تک کی سند بیان کریں، یہ تو بہت بڑی بات ہو جائے گی۔ ہم تو یہ کہہ رہے ہیں کہ قاضی عبد الوہاب رحمہ اللہ نے اتنا بھی نہیں کیا کہ جس امام کا قول نقل کیا ہے، صرف یہ ہی بتلا دیں کہ ان امام صاحب نے اپنی کسی کتاب میں یہ بات بیان کی ہے۔ دوسری طرف جنہوں نے شیخ ابن عربی کے رد میں ائمہ کے اقوال نقل کیے ہیں، ان کا انداز بہت محققانہ اور علمی ہے کہ انہوں نے نہ صرف ان مصادر کا ذکر کیا ہے کہ جن میں ان ائمہ کے اقوال موجود ہیں بلکہ ان ائمہ تک ان اقوال کو ثابت کرنے کے لیے باقاعدہ اسناد بیان کرنے کا بھی اہتمام کیا ہے جو عام طور بیان کرنے والے سے اس امام تک متصل ہوتی ہے اور ان اسناد کی صحت وضعف کی بحث بھی کی ہے۔ تو اسے تحقیق کہتے ہیں کہ ایک قصہ گو اور محقق کے علمی اسلوب اور رویے میں بہت فرق ہوتا ہے۔

اسی طرح قاضی عبد الوہاب رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ شیخ عز بن عبد السلام رحمہ اللہ سے ابن عربی کی

[1] العقد الثمين في تاريخ البلد الأمين: 2/ 284

جرح میں کچھ ثابت نہیں ہے حالانکہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے ایک واسطے سے یہ جرح ثابت کی ہے اور وہ واسطہ بھی ان کے استاذ ابن دقیق العید رحمہ اللہ کا ہے جو خود معروف محدث ہیں۔ تو یہ سند سلسلۃ الذہب ہے کہ اگر اس سند سے کچھ ثابت نہیں ہوتا تو ہماری دینی روایت میں کچھ بھی ثابت کرنا ممکن نہیں ہے اور سارا دین مشتبہ ہو جاتا ہے۔ امام ذہبی متوفی 748ھ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وَقَدْ حَكَى العَلاَّمَةُ ابْنُ دَقِيقِ العِيْدِ شَيْخُنَا، أَنَّهُ سَمِعَ الشَّيْخَ عِزَّ الدِّيْنِ ابْنَ عَبْدِ السَّلاَمِ يَقُوْلُ عَنِ ابْنِ العَرَبِيِّ: شَيْخُ سُوءٍ، كَذَّابٌ، يَقُوْلُ بِقِدَمِ العَالِمِ، وَلاَ يُحَرِّمُ فَرْجاً." [1]

"ہمارے استاذ ابن دقیق العید متوفی 702ھ نے ہم سے بیان کیا ہے اور انہوں نے اپنے استاذ شیخ عز بن عبد السلام متوفی 660ھ سے سنا کہ وہ ابن عربی کے بارے کہہ رہے تھے کہ وہ برا اور جھوٹا شخص ہے، جو عالم کو قدیم مانتا ہے اور نکاح اور زنا میں فرق نہیں کرتا۔"

اور امام سخاوی رحمہ اللہ جو کہ خود محدث ہیں، نے اپنی کتاب "القول المنبي" میں دس سے زائد اسناد سے شیخ عز بن عبد السلام رحمہ اللہ کی ابن عربی پر جرح کو نقل کیا ہے۔[2] قاضی شعرانی رحمہ اللہ کا میدان حدیث نہیں ہے اور نہ ہی مزاج میں تحقیق غالب ہے لہذا وہ اخبار اور اقوال کی تحقیق میں رطب ویابس جمع کر جاتے ہیں۔ اور ویسے بھی صوفیانہ مزاج انسان میں تحقیقی اور علمی مزاج کو ختم کر دیتا ہے کہ دونوں میں کوئی مفاہمت نہیں ہے۔

اسی طرح قاضی شعرانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ شیخ عز بن عبد السلام رحمہ اللہ نے ابن عربی کو قطب کہا لیکن اس کی جو سند بیان کی ہے، اس میں مجہول راوی ہیں۔ ائمہ دین کا کہنا ہے کہ شیخ عز بن عبد السلام رحمہ اللہ کا چونکہ اہل سنت کے ہاں مقام تھا لہذا ابن عربی پر ان کی جرح کا ابن عربی کے معتقدین کے پاس کوئی جواب نہ تھا تو انہوں نے ایسے قصے گھڑ لیے۔ امام سخاوی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اول تو یہ قصہ ثابت ہی نہیں ہے کہ شیخ عز بن عبد السلام رحمہ اللہ نے ابن عربی کو قطب کہا ہو کیونکہ اس کی سند میں

---

[1] سیر أعلام النبلاء: 23/ 48-49

[2] السخاوي، محمد بن عبد الرحمن، القول المنبي عن ترجمة ابن عربي، جامعة أم القرى، مكة المكرمة، 1422ھ، ص 150-155

دو مجہول راوی ہیں، ایک شیخ عز بن عبد السلام رحمہ اللہ کا خادم جسے کوئی جانتا ہی نہیں ہے اور نہ ہی اس کا نام مذکور ہے اور دوسرا اس سے روایت کرنے والے لوگ بھی مجہول ہیں جبکہ تیسرے طبقے میں کسی نام کا تذکرہ ملتا ہے۔ دوسرا امام سخاوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ابن دقیق العید کی پیدائش 625ھ کی ہے اور ان کے احوال زندگی کی روشنی میں اپنے آبائی شہر قوص سے قاہرہ ان کی آمد 640ھ سے پہلے ممکن نہیں ہے لہذا ابن دقیق العید رحمہ اللہ نے یہ قول ابن عربی کی وفات کے کئی سال بعد شیخ عز بن عبد السلام سے سنا لہذا شیخ عز بن عبد السلام کا یہ قول آخری قول ہے۔ اصل میں اس قصے میں یہ ہے کہ شیخ عز بن عبد السلام نے اپنے خادم سے کہا تھا کہ میں تمہیں قطب دکھاتا ہوں تو ابن عربی کی زندگی کا واقعہ ہے۔[1]

یہ تو ایک نمونہ کے طور آپ کے سامنے کچھ رکھ دیا ہے کہ اتنا آسان نہیں ہے کہ آپ فقہاء سے ابن عربی کی مدح میں کچھ کلام ثابت کر سکیں جبکہ اس پر جرح و نقد میں فتاوی اور اقوال کے انبار لگے ہوئے ہیں اور جس نے فقہاء کے ان اقوال کو دیکھنا ہو تو برھان الدین البقاعی الشافعی، ملا علی القاری الحنفی، شمس الدین السخاوی الشافعی، علاؤ الدین البخاری الحنفی، تقی الدین الفاسی المالکی کی ابن عربی کے رد میں لکھی گئی کتابیں اٹھا کر دیکھ لے۔ اور یہ اہل علم جب ابن عربی کے انکار میں ائمہ دین کے اقوال کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے مصادر کا حوالہ دیتے ہیں جیسا کہ برھان الدین البقاعی، تقی الدین السبکی متوفی 756ھ رحمہم اللہ کی رائے بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"والعلامة قاضي القضاة شيخ الإسلام تقي الدين علي بن عبد الكافي السبكي الشافعي، فقال: ومن كان من هؤلاء الصوفية المتأخرين كابن عربي وغيره، فهم ضلال جهال، خارجون عن طريقة الإسلام، فضلا عن العلماء، قال ذلك في باب الوصية من شرح المنهاج."

"قاضی تقی الدین السبکی کا کہنا ہے کہ متاخرین صوفیاء میں سے ابن عربی وغیرہ جاہل اور گمراہ صوفی ہیں جو اسلام پر ہی نہیں ہیں چہ جائیکہ ان کو علماء کہا جائے۔ یہ بات انہوں نے شرح المنہاج کے باب الوصیہ میں لکھی ہے۔"

---

[1] القول المنبي عن ترجمة ابن عربي: ص 158-159

شیخ مجدد الف ثانی کی ابن عربی کے تصور توحید اور ختم نبوت پر نقد کی تفصیل

ابن عربی متوفی 638ھ کے بڑے ناقدین میں شیخ مجدد الف ثانی متوفی 1034ھ کا نام بھی آتا ہے اور انہوں نے اپنے مکتوبات میں ابن عربی کے نظریات پر شدید گرفت کی ہے لیکن متاخرین نقشبندیہ نے حضرت مجدد کی اس سب محنت کو حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی متوفی 1176ھ رحمہ اللہ کے ایک قول کے سبب کھوہ کھاتے ڈال دیا اور اس کا تذکرہ تک ان کی مجالس سے جاتا رہا۔ شاہ صاحب کے اس قول کی حقیقت بھی ہم تفصیل سے بیان کریں گے کہ جس میں شاہ صاحب رحمہ اللہ کا دعوی یہ ہے کہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود ایک ہی شیء ہیں حالانکہ شیخ مجدد خود اس پر راضی نہیں ہیں۔ اور مکتوبات میں بار بار یہ کہتے ہیں کہ ایسا سمجھنے والے ہمارے قول کی حقیقت کو نہیں پہنچ پایا اور ان دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

تو شاہ صاحب رحمہ اللہ نے دونوں میں تطبیق کے لیے وحدت الشہود کا وہ معنی بیان کر دیا ہے جس سے خود حضرت مجدد انکاری ہیں۔ اور اسے اہل علم کے ہاں "توجیه القول بما لا يرضى به القائل" کہا جاتا ہے یعنی کسی کے کلام کی ایسی توجیہ کرنا کہ خود اس کلام کا قائل اس توجیہ سے راضی نہ ہو۔ متاخرین نقشبندیہ نے حضرت مجدد کے اقوال کو چھوڑ کر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا قول پکڑ لیا اگرچہ متقدمین نقشبندیہ نے وحدت الشہود کے دفاع کے لیے بڑی مخالفتیں سہی تھیں۔

ڈاکٹر حبیب الہی کے بقول متقدمین نقشبندیہ میں سے حضرت مرزا جان جاناں نے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ کی اس تطبیق کو نہ صرف قبول نہ کیا بلکہ اپنے ایک شاگرد غلام یحی بہاری کو یہ حکم دیا کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی اس تطبیق کے رد میں ایک رسالہ لکھیں تو مولانا یحی بہاری رحمہ اللہ نے "کلمات حق" مرتب کی۔ کلمات حق پر خود مرزا جان جاناں رحمہ اللہ نے تقریظ لکھی تھی۔ پھر اس کی ایک شرح "المظاہرہ" کے نام سے سید نور الہدی نے لکھی تھی۔ دوسری طرف سے اس کے رد میں شاہ رفیع الدین دہلوی رحمہ اللہ نے "دمغ الباطل" لکھی۔ تو اصل میں شاہ ولی اللہ کا خانوادہ اس علمی مباحثے کا خود ایک فریق تھا لیکن وہ اپنی حیثیت کی وجہ سے غالب آ گئے اور حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے معتقدین مغلوب ہو گئے۔ اور حضرت مجدد رحمہ اللہ کا خود کا موقف بھی اور متقدمین

نقشبندیہ کا موقف بھی پس منظر میں چلا گیا۔ اور اس طرح حضرت مجدد رحمہ اللہ نے توحید کے اثبات میں جو علمی جہاد فرمایا تھا، متاخرین نقشبندیہ نے اسے اپنی سستی اور کم ہمتی کی وجہ سے ضائع کر دیا۔

ملا احمد شاہ تیمور باجوڑی اور حضرت مظہر جان جاناں رحمہما اللہ تو توحید وجودی اور توحید شہودی میں تطبیق کے انکار کے ساتھ فقہاء کی توحید کے قائل تھے۔ مجھے ذرا فرصت ملے تو اس موضوع پر مستقل کتاب لکھوں کہ توحید شہودی کے نقطہ نظر سے حضرت مجدد کے پیش نظر خود حضرات صوفیاء ہی کی مصطلحات اور علمی فریم ورک کی روشنی میں توحید وجودی کا انکار تھا جبکہ حق بات وہ بھی یہی سمجھتے تھے کہ فقہاء کی توحید ہی اصل توحید ہے اور اسی کا ہی بیان ہونا چاہیے۔ گویا کہ توحید شہودی ان کے ہاں بھی توحید وجودی سے پیدا ہونے والے فساد کی روک تھام کے لیے ایک اسٹریٹیجی کی حیثیت رکھتی تھی۔

اکابر صوفیاء میں سے شیخ عبد الکریم یمنی نے اپنے مریدوں کی مجلس میں یہ بات کہی تھی کہ حق تعالی "عالم الغیب" نہیں ہیں کیونکہ سب کچھ اللہ عزوجل کے لیے "عالم شہادت" ہے یعنی اللہ کے سامنے حاضر ہے۔ یہ تھی تو تاویل ہی لیکن خطرناک تھی، اس اعتبار سے کہ اللہ عزوجل کے لیے یہ اسم شریف یعنی "عالم الغیب" قرآن مجید میں آیا ہے تو ایسی تاویل سے اسمائے حسنی میں سے ایک اسم کا انکار لازم آتا تھا اور قرآن مجید کے ظاہر کا انکار بھی۔ ملا حسن کشمیری نے اس حوالے سے شیخ مجدد رحمہ اللہ کو ایک خط لکھا اور پوچھا کہ ایسی تاویل کرنا کیسا ہے؟ تو شیخ مجدد رحمہ اللہ نے جواب میں ظاہر قرآن وسنت کے الفاظ کی جس پرزور انداز میں حمایت کی ہے، وہ ناقابل بیان ہے۔ شیخ مجدد رحمہ اللہ کے بقول صوفیاء کے ایسے اقوال کہ جو ظاہر کتاب وسنت کے خلاف ہوں، ان کی تاویل درست نہیں بلکہ ان کا انکار کرنا چاہیے، بھلے تاویل نکلتی بھی ہو۔ وہ لکھتے ہیں:

> "میرے مخدوم! فقیر کو اس قسم کی باتیں سننے کی طاقت ہر گز نہیں ہے، میری رگ فاروقی ایسی باتوں سے بے اختیار جوش میں آ جاتی ہے اور ایسے کلام کی تاویل وتوجیہ کی فرصت نہیں دیتی۔ ان باتوں کو کہنے والا خواہ شیخ کبیر یمنی ہو یا شیخ اکبر شامی، ہمیں تو محمد عربی علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام کا کلام یعنی حدیث درکار ہے نہ کہ محی الدین ابن عربی، صدر الدین قونیوی اور عبد الرزاق کاشی کا کلام، ہم کو نص یعنی قرآن وحدیث سے کام ہے نہ کہ فص

یعنی فصوص الحکم سے، فتوحات مدنیہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث نے ہم کو فتوحات مکیہ یعنی ابن عربی کی فتوحات سے بے نیاز کر دیا ہے۔ حق تعالی اپنے کلام مجید میں علم غیب کے ساتھ اپنی تعریف فرماتا ہے اور اپنے آپ کو عالم الغیب فرمایا ہے، حق سبحانہ وتعالی سے علم غیب کی نفی کرنا نہایت ہی قبیح اور برا ہے، اور فی الحقیقت حق سبحانہ کی ایک گونہ تکذیب ہے۔ غیب کے کچھ اور معنی بیان کرنے سے یہ برائی دور نہیں ہوتی۔ بڑی سخت بات ہے جو ان لوگوں کے منہ سے نکلتی ہے۔ افسوس ان کو اس قسم کی صریح خلاف شریعت کلمات کہنے پر کس چیز نے آمادہ کیا۔"[1]

ابن عربی کے تصور ختم نبوت کے تناظر میں سید احمد باجوڑی رحمہ اللہ کو ایک خط میں لکھا کہ

"بعض مشائخ نے سکر کی حالت میں کہا ہے کہ ولایت، نبوت سے افضل ہے۔ اور بعض دوسرے مشائخ نے اس ولایت سے نبی کی ولایت مراد لی ہے تاکہ نبی پر ولی کے افضل ہونے کا وہم دور ہو جائے۔ لیکن حقیقت میں معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ نبی کی نبوت، اس کی ولایت سے افضل ہوتی ہے۔ مقام ولایت میں، ولی سینہ کی تنگی کی وجہ سے مخلوق کی طرف توجہ نہیں کر سکتا، لیکن مقام نبوت میں کمال درجہ شرح صدر ہونے کی وجہ سے نہ تو حق تعالی کی طرف متوجہ ہونا مخلوق کی طرف توجہ ہونے کا مانع ہوتا ہے اور نہ ہی مخلوق کی طرف متوجہ ہونا حق تعالی کی طرف متوجہ ہونے کا مانع ہے۔"[2]

ایک اور خط میں لکھتے ہیں:

"سبحان اللہ تعجب ہے کہ ایک جماعت اپنی کج بینی کی وجہ سے ولایت کو نبوت سے افضل جانتی ہے اور شریعت کو جو کہ لب لباب ہے، پوست یعنی چھلکا سمجھتی ہے۔ کیا کیا جائے کہ ان کی نظر شریعت کی ظاہری صورت پر محدود ہے اور اس کے مغز سے سوائے پوست کے ان کو کچھ حاصل نہیں ہے۔"[3]

---

[1] مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی، مترجم زوار حسین شاہ، دفتر اول، حصہ اول، مکتوب نمبر 100، ص 276

[2] مکتوبات، دفتر اول، حصہ اول، مکتوب نمبر 109، ص 293

[3] مکتوبات، دفتر دوم، مکتوب نمبر 46، ص 170-171

یہاں حضرت مجدد رحمہ اللہ نے بہت خوبصورت طنز فرمایا ہے، ان باطن پرستوں پر، جو یہ سمجھتے ہیں کہ علماء تو ظاہر پرست ہیں۔ تو شیخ مجدد رحمہ اللہ نے انہیں جواب دیا ہے کہ ان باطن پرستوں کو شریعت میں ظاہریت کے علاوہ کچھ نظر ہی نہیں آتا ہے تو تبھی یہ ایسی باتیں کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ شیخ ابن عربی بھی فقہ ظاہری یعنی امام ابن حزم رحمہ اللہ کے مقلد تھے۔

حضرت مجدد رحمہ اللہ نے ابن عربی کے تصور ختم نبوت کی طرح ان کے تصور توحید پر بھی کڑی نقد کی ہے اور اسے "ہمہ اُوست" قرار دیا ہے۔ باقی یہاں ایک باریک فرق ہے کہ شیخ مجدد رحمہ اللہ متقدمین صوفیاء کے نظریہ "ہمہ اُوست" کو "ہمہ از اُوست" قرار دیتے ہیں یعنی ابن منصور الحلاج اور بایزید بسطامی وغیرہ کو جگہ (space) دیتے نظر آتے ہیں لیکن متاخرین صوفیاء میں سے ابن عربی کو یہ جگہ دینے کو تیار نہیں ہیں اور ان کے نظریے پر "ہمہ اُوست" ہی کا حکم لگاتے ہیں۔ ایک اور خط میں حضرت مجدد رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

> "جو توحید راہ سلوک طے کرنے کے عرصہ میں اس بزرگ گروہ یعنی صوفیائے کرام کو حاصل ہوتی ہے، وہ دو قسم پر ہے: توحید وجودی اور توحید شہودی۔ توحید شہودی، ایک ہی ذات کو دیکھنا ہے یعنی سالک کو ایک ذات کے سوا کچھ مشہود نہیں ہوتا۔ اور توحید وجودی ایک ہی ذات کو موجود جاننا ہے اور اس کے غیر کو نیست و نابود سمجھنا... مثلاً جس شخص کو آفتاب کے وجود کا یقین حاصل ہو گیا ہے تو اس کو اس یقین کے غلبہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اس وقت کے ستاروں کو معدوم اور نیست و نابود جانے، لیکن جس وقت وہ آفتاب کو دیکھے گا تو یہ ضروری ہے کہ وہ ستاروں کو نہیں دیکھ سکے گا اور آفتاب کے سوا اس کو اور کچھ نظر نہیں آئے گا۔ اور اس وقت جبکہ وہ ستاروں کو نہیں دیکھ رہا ہے، جانتا ہے کہ ستارے نیست و نابود نہیں ہیں، بلکہ جانتا ہے کہ ستارے موجود ہیں، لیکن چھپے ہوئے ہیں اور آفتاب کی روشنی میں مغلوب ہیں، اور یہ شخص اس جماعت کے خیال کا انکار کرتا ہے جو اس وقت میں ستاروں کے وجود کی نفی کرتے ہیں، اور جانتا ہے کہ یہ معرفت یعنی ستاروں کے وجود کی نفی کرنا خلاف واقع ہے۔ پس توحید وجودی کہ جس میں ایک ذات واحد حق تعالیٰ تقدس کے ماسوا کی نفی کا نام ہے، عقل و شرع کے خلاف ہے، بخلاف توحید شہودی

کے کہ صرف ایک دیکھنے میں عقل و شرع کی کوئی مخالفت نہیں ہے، مثلاً آفتاب کے طلوع ہونے کے وقت میں ستاروں کی نفی کرنا اور ان کو نیست و نابود جاننا حقیقت کے خلاف ہے، لیکن ستاروں کو اس وقت نہ دیکھنے میں عقل و شرع کی کچھ مخالفت نہیں ہے، بلکہ یہ نہ دیکھنا آفتاب کے نور کے ظاہر ہونے کے غلبہ اور دیکھنے والے کی نگاہ کی کمزوری کی وجہ سے ہے۔"[1]

یہ مثال کہ آفتاب کی موجودگی میں ستارے نظر نہیں آتے، شیخ مجدد رحمہ اللہ نے وحدت الشہود کی تعبیر میں بیان فرمائی ہے۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ وحدت الوجود والوں کا دعوی یہ ہے کہ ستارے موجود ہی نہیں ہیں جبکہ وحدت الشہود کے ماننے والوں کا دعوی یہ ہے کہ ستارے موجود ہیں البتہ آفتاب کی وجہ سے نظر نہیں آرہے ہیں۔ تو یہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود میں بنیادی ترین فرق ہے۔ اس فرق کو نظر انداز کر کے کیسے دونوں کو ایک قرار دیا جا سکتا ہے! اب یہ دعوی کرنا کہ شیخ مجدد رحمہ اللہ کو بھی وحدت الوجود کی سمجھ نہیں آئی تو جاہل وجودیوں سے اس دعوے کی توقع بھی کی جا سکتی ہے لیکن اگر وہ یہ کہتے ہیں کہ شیخ مجدد کو وحدت الشہود کا بھی نہیں پتہ تھا تو پھر ان کے اسٹوپڈ ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ تو وحدت الوجود اور وحدت الشہود میں فرق وہی بیان کر سکتا ہے کہ جسے وحدت الشہود کا بھی علم ہو۔ تو وحدت الوجود میں بھلے تم حضرت مجدد رحمہ اللہ سے زیادہ علم رکھنے کے دعویدار ہو لیکن وحدت الشہود میں ان سے زیادہ علم کیسے رکھ سکتے ہو کہ وہ اس کے بانی ہیں اور بانی سے زیادہ کون اس نظریے کو جانتا ہو گا! لہذا وحدت الوجود اور وحدت الشہود میں اگر شیخ مجدد رحمہ اللہ فرق بیان کر رہے ہیں تو یہ فرق ہے اور جو شخص یہ کہہ رہا ہے کہ ان میں فرق نہیں ہے تو اس کی بات قابل اعتبار نہیں ہے بلکہ گمان غالب یہی ہے کہ اسے نہ تو وحدت الوجود کی سمجھ ہے اور نہ ہی وحدت الشہود کی۔

البتہ ایک بات قابل تعریف ہے کہ دار العلوم دیوبند کی ویب سائیٹ پر ایک فتوی دیکھنے کو ملا کہ جس میں سائل نے سوال کیا تھا کہ وحدت الوجود کیا ہے تو مفتی صاحب نے جواب میں وحدت

[1] مکتوبات، دفتر اول، حصہ اول، مکتوب نمبر 43، ص 156-157

الوجود کی جو تعبیر بیان کی ہے، وہ وہی تعبیر تھی جو حضرت مجدد رحمہ اللہ نے وحدت الشہود کے بیان میں اختیار فرمائی تھی کہ آفتاب کی موجودگی میں ستارے موجود تو ہیں لیکن نظر نہیں آ رہے۔ تو اگرچہ یہ وحدت الوجود نہیں ہے لیکن عوام الناس کو وحدت الوجود کے کفریہ اور شرکیہ نظریے سے بچانے کے لیے اس کی تعبیر وحدت الشہود سے کر دینا تو اسٹریٹیجی کے طور پر یہ ایک قابل تعریف عمل ہے۔ دار العلوم دیوبند کے مفتی صاحب لکھتے ہیں:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ فتوی: N=7/1433469-491۔ وحدت الوجود کا صحیح مطلب یہ ہے کہ کائنات میں اصلی، حقیقی، ازلی و ابدی اور مکمل وجود صرف اللہ تعالیٰ کا ہے، اس کے سوا ہر وجود ظلی، مجازی، بے ثبات و فانی اور نامکمل ہے ایک تو اس لیے کہ وہ ایک نہ ایک دن فنا ہو جائے گا، اور دوسرے اس لیے کہ ہر چیز اپنے وجود میں اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے، اس لیے جتنی چیزیں اس کائنات میں ہیں، انھیں اگرچہ وجود حاصل ہے لیکن اللہ کے وجود کے سامنے ان کے وجود کی کوئی حقیقت نہیں بلکہ وہ کالعدم ہے، اس کی نظیر یوں سمجھیے: دن میں آسمان پر سوج موجود ہو تو ستارے نظر نہیں آتے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ ستارے موجود ہی نہیں بلکہ ستارے یقینا موجود ہوتے ہیں لیکن سورج کا وجود ان پر اس طرح غالب ہو جاتا ہے کہ اس کے سامنے ان کا وجود نظر نہیں آتا، اسی طرح جس شخص کو اللہ نے حقیقت شناس نگاہ دی ہو وہ جب اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کے وجود کی معرفت حاصل کر لیتا ہے تو تمام وجود اسے ہیچ اور کالعدم نظر آتے ہیں، وحدت الوجود کا صاف اور صحیح مطلب یہی ہے اور ہمارے اکابر علمائے دیوبند اسی معنی و مفہوم میں وحدت الوجود کے قائل ہیں۔ (مستفاد از فتاویٰ عثمانی: ۱/ ۷۱، ۷۲) بحوالہ شریعت و طریقت: ۳۱۰، مؤلفہ حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ) حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ کے زمانہ میں بھی بعض اہل بدعت وہی حرکت کر رہے تھے جو آپ کے یہاں آج کل غیر مقلدین کر رہے ہیں، حضرت گنگوہی نے اس کے متعلق استفسار پر جواب تحریر فرمایا تھا، آپ باقیات فتاوی رشیدیہ: ۴۲۴-۴۲۳) میں سوال و جواب دونوں ملاحظہ فرمالیں۔ واللہ تعالیٰ

اعلم۔ دار الافتاء، دار العلوم دیوبند۔"[1]

جامعہ بنوری ٹاؤن کی ویب سائیٹ پر بھی ایک سوال کے جواب میں وحدت الوجود کی وہی تعبیر بیان کی گئی ہے جو وحدت الشہود ہے۔ مفتی صاحب ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

"وحدت الوجود کا صحیح مطلب یہ ہے کہ اس کائنات میں حقیقی اور مکمل وجود صرف ذاتِ باری تعالیٰ کا ہے، اس کے سوا ہر وجود بے ثبات، فانی، اور نا مکمل ہے۔ ایک تو اس لیے کہ وہ ایک نہ ایک دن فنا ہو جائے گا۔ دوسرا اس لیے کہ ہر شے اپنے وجود میں ذاتِ باری تعالیٰ کی محتاج ہے، لہذا جتنی اشیاء ہمیں اس کائنات میں نظر آتی ہیں انہیں اگرچہ وجود حاصل ہے، لیکن اللہ کے وجود کے سامنے اس وجود کی کوئی حقیقت نہیں، اس لیے وہ کالعدم ہے۔ اس کی نظیر یوں سمجھیے جیسے دن کے وقت آسمان پر سورج کے موجود ہونے کی وجہ سے ستارے نظر نہیں آتے، وہ اگرچہ موجود ہیں، لیکن سورج کا وجود ان پر اس طرح غالب ہو جاتا ہے کہ ان کا وجود نظر نہیں آتا۔ اسی طرح جس شخص کو اللہ نے حقیقت شناس نگاہ دی ہو وہ جب اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کے وجود کی معرفت حاصل کرتا ہے تو تمام وجود اسے ہیچ، ماند، بلکہ کالعدم نظر آتے ہیں، بقول حضرت مجذوبؒ:

جب مہر نمایاں ہوا سب چھپ گئے تارے
تو مجھ کو بھری بزم میں تنہا نظر آیا

نظریہ "وحدت الوجود" کا صاف، واضح اور درست مطلب یہی ہے، اور اسی تشریح کے ساتھ یہ علمائے دیوبند کا عقیدہ ہے، اس سے آگے اس کی جو فلسفیانہ تعبیرات کی گئی ہیں، وہ بڑی خطرناک ہیں، اور اگر اس میں غلو ہو جائے تو اس عقیدے کی سرحدیں کفر تک سے جا ملتی ہیں۔ اس لیے ایک مسلمان کو بس سیدھا سادا یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ کائنات میں حقیقی اور مکمل وجود اللہ تعالیٰ کا ہے، باقی ہر وجود نا مکمل اور فانی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: شریعت و طریقت ص ۳۱۰ مولفہ حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ۔ مستفاد از فتاویٰ

[1] https://www.darulifta-deoband.com/home/ur/Tasawwuf/39751, Retrieved 01 April 2020.

عثمانی (ج:۱/٦٦، مکتبہ معارف القرآن کراچی) فقط واللہ اعلم۔"[1]

تو وحدت الوجود اگر یہی ہے جو دار العلوم دیوبند اور جامعہ بنوری ٹاؤن کے فتاوی میں موجود ہے تو یہ کفر و شرک نہیں ہے۔ لیکن ایک محقق ہونے کے ناطے مجھے یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہ وحدت الشہود ہے نہ کہ وحدت الوجود جیسا کہ شیخ مجدد رحمہ اللہ کی عبارتیں ہم نے اوپر نقل کی ہیں۔ تو اس بحث سے یہ واضح ہوا کہ وحدت الوجود کی حقیقی تعبیر سے علمائے دیوبند کو بھی اتفاق نہیں ہے، وہ بھی اس کی وہی تعبیر کرنے پر مجبور ہے جو اسے وحدت الشہود بنا دے۔ اور وحدت الوجود کی حقیقی تعبیر کے ساتھ اس کو ماننے کو وہ کفر کی سرحدوں سے ملنے والا معاملہ قرار دیتے ہیں۔ تو ہمیں دار العلوم دیوبند اور جامعہ بنوری ٹاؤن کے ان فتاوی کو تحسین کی نظر سے دیکھتے ہیں کہ انہوں نے نہایت حکمت کے ساتھ اپنے مسلک کے لوگوں کو ایک کفریہ اور شرکیہ نظریے سے بچا لیا ہے۔

بہر حال ہم اپنی بحث کی طرف واپس آتے ہیں۔ حضرت مجدد رحمہ اللہ ایک اور خط میں لکھتے ہیں:

"میں کہتا ہوں کہ ان دقیق علوم کے لکھنے کا سبب یہ ہے کہ اس زمانے کے اکثر لوگ بعض تقلید کے طور پر، اور بعض محض علم کی بنا پر، اور بعض ذوق ملے ہوئے علم کے ساتھ اگرچہ قلیل ہو، اور بعض الحاد و زندقہ کے باعث اس توحید وجودی سے وابستہ ہیں اور سب کچھ حق تعالی سے جانتے ہیں بلکہ حقیقت میں سب کو حق تعالی ہی جانتے ہیں...ہمارے قبلہ گاہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس اللہ سرہ کچھ عرصہ تک توحید وجودی کا مشرب رکھتے تھے اور اپنے رسالوں اور مکتوبات میں بھی اس کا اظہار فرمایا کرتے تھے، لیکن آخر کار حق سبحانہ وتعالی نے اپنی نہایت مہربانی کے ساتھ اس مقام سے ترقی عطا فرما کر شاہراہ پر ڈال دیا اور اس معرفت کی تنگی سے رہائی عنایت فرمائی۔ میاں عبد الحق یعنی محدث دہلوی نے جو کہ حضرت قدس سرہ کے مخلص دوستوں میں سے ہیں، بیان کیا ہے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ نے اپنی مرض موت سے ایک ہفتہ پہلے فرمایا کہ مجھ کو عین الیقین معلوم ہو گیا کہ توحید وجودی ایک تنگ کوچہ ہے اور شاہراہ اور ہی ہے۔ اس سے پہلے بھی میں جانتا تو تھا

[1] https://www.banuri.edu.pk, Fatwa No. 144012200072, Retrieved 01 April 2020.

لیکن اب ایک اور قسم کا یقین حاصل ہو گیا ہے۔"[1]

ایک اور مکتوب میں لکھتے ہیں:

"سب سے پہلے شیخ محی الدین ابن العربی جو صوفیائے متاخرین کے امام و مقتدا ہیں، اس مسئلہ میں ان کا مذہب بیان کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد جو کچھ اس فقیر پر مکشوف ہوا ہے، تحریر کیا جائے گا تا کہ دونوں مذہبوں کے درمیان پورے طور پر فرق ظاہر ہو جائے اور باریک دقائق کی وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ خلط ملط نہ ہوں ... اور چونکہ علم اور خارج میں، سوائے ذات واجب تعالی اور اسماء وصفات واجبی جل سلطانہ کے، جو عین ذات تعالی و تقدس ہیں، ان کے نزدیک ثابت نہیں، اور انھوں نے صورت علمیہ کو ذی صورت کا عین گمان کیا ہے نہ کہ شبح یعنی جسم اور مثال۔ اور اسی طرح اعیان ثابتہ کی صورت منعکسہ کو جو ظاہری وجود کے آئینے میں پیدا ہوئی ہے، انھوں نے ان اعیان کا عین تصور کر لیا ہے نہ کہ ان کی شبہ، اس لیے انھوں نے اتحاد کا حکم لگا دیا اور ہمہ اوست کہا ہے۔ یہ ہے مسئلہ وحدت الوجود میں شیخ محی الدین ابن العربی کے مذہب کا اجمالی بیان۔"[2]

شیخ مجدد رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں:

"شیخ محی الدین کے نزدیک ممکنات کے حقائق، وہ تمام اسماء وصفات ہیں جو مرتبہ علم میں امتیازی کیفیت رکھتے ہیں، اور فقیر کے نزدیک ممکنات کے حقائق، وہ عدمات ہیں، جو اسماء وصفات کے نقائض یعنی ضد ہیں... مثلاً ممکن کا علم، واجب تعالی و تقدس کے علم کا پرتو اور ایک ظل ہے، جو اپنے مقابل میں منعکس ہوا ہے۔ اور ممکن کی قدرت بھی ایک ظل ہے، جو عجز میں اس کے مقابل ہو کر منعکس ہو گئی ہے۔ اور اسی طرح ممکن کا وجود، حضرتِ وجود کا ایک ظل ہے جو عدم کے آئینے میں اس کے مقابل ہو کر منعکس ہو گیا ہے... لیکن فقیر کے نزدیک شیء کا ظل، اس شیء کا عین نہیں بلکہ اس کا شبح و مثال ہے اور ایک کا دوسرے کے ثبوت میں پیش کرنا ممتنع اور محال ہے۔ لہذا فقیر کے نزدیک ممکن، واجب کا

[1] مکتوبات، دفتر اول، حصہ اول، مکتوب نمبر 43، ص 159-160

[2] مکتوبات، دفتر دوم، مکتوب نمبر 1، ص 20-21

عین نہیں ہے۔ اور ممکن اور واجب کے درمیان حمل کرنا ثابت نہیں ہے کیونکہ ممکن کی حقیقت، عدم ہے اور اسماء وصفات کا وہ عکس ہے جو اس عدم میں منعکس ہو گیا ہے، اور ان اسماء وصفات کی شبح و مثال ہے نہ کہ ان صفات کا عین۔ لہذا ہمہ اوست کہنا درست نہیں ہو گا بلکہ ہمہ از اوست کہنا درست ہے۔"[1]

ٹھیک ہے حضرت مجدد رحمہ اللہ نے ابن عربی کے بارے لکھا ہے:

"شیخ محی الدین کے حق میں فقیر کا اعتقاد یہی ہے کہ ان کو مقبولین میں سے جانتا ہے اور ان کے ان علوم کو جو اہل حق کے مخالف ہیں، خطا اور ضرر رساں دیکھتا ہے۔"[2]

لیکن شیخ مجدد رحمہ اللہ کی عبارتوں میں غور کرنے والے کے لیے واضح ہے کہ حضرت مجدد رحمہ اللہ کی رائے، ابن عربی کے بارے ویسی ہی ہے جیسا کہ امام سیوطی رحمہ اللہ کی رائے گزر چکی ہے کہ مجھے شخصیت سے لینا دینا نہیں ہے لہذا اسے تم ہم سے ولی بھی منوالو لیکن جہاں تک اس کے نظریات کی بات ہے تو ہم انہیں خلاف شرع سمجھتے ہیں لہذا ان کا انکار اور رد مذہبی فریضہ سمجھ کر کرتے ہیں۔

وحدت الوجود اور وحدت الشہود میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ کی تطبیق کا جائزہ

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے وحدت الوجود یعنی توحید وجودی کو ہمہ اُوست یعنی ہر چیز خدا ہے، قرار دے کر اس پر شدید گرفت فرمائی جبکہ اپنے نقطہ نظر وحدت الشہود یعنی توحید شہودی کو ہمہ از اُوست یعنی ہر چیز خدا سے ہے، قرار دے کر اسے ہی حق قرار دیا تھا۔ حضرت مجدد رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ان کے معتقدین نے وجودیوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا بلکہ دونوں طرف سے ایک دوسرے کی شدید مخالفت شروع ہو گئی۔ وجودیوں کی طرف سے حضرت مجدد رحمہ اللہ کے خلاف بھی بہت کچھ لکھا گیا۔ اس ماحول میں شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ نے دونوں نظریات میں تطبیق پیدا کرنے کی کوشش کی تاکہ دونوں طرف کی اس شدید مخالفت اور مخاصمت کو کم کیا جا سکے۔

اگرچہ شاہ صاحب رحمہ اللہ کا مقصد اچھا تھا یعنی امت کو جمع کرنا لیکن جو تطبیق انہوں نے نکالی ہے،

---

[1] مکتوبات، دفتر دوم، مکتوب نمبر 1، ص 23-25

[2] مکتوبات، دفتر اول، حصہ دوم، مکتوب نمبر 266، ص 262

وہ ہماری نظر میں درست نہیں ہے اور "توجيه القول بما لا يرضى به القائل" یعنی ایسی توجیہ ہے کہ جس سے خود قائل بھی راضی نہ ہو، کی قبیل سے ہے۔ تو مقصد کے اعتبار سے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی کاوش بہت عمدہ ہے لیکن علمی اعتبار سے وہ ایک ایسی توجیہ تھی کہ جس کا بوجھ زبردستی حضرت مجدد رحمہ اللہ کے سر ڈالنے کی کوشش کی گئی جبکہ وہ مسلسل اس کو اٹھانے سے انکاری بھی تھے۔ تو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی تطبیق کو جب میں غلط کہتا ہوں تو اس لیے نہیں کہ انہیں بات سمجھ نہیں آئی۔ نہیں انہوں نے بات بہت گہرائی میں سمجھی ہے لیکن ان پر مقصد غالب ہے یعنی امت میں اختلاف کو کم کرنا بنسبت دوسرے کے نظریے کی صحیح تعبیر کے۔ اور حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا یہ مزاج ہمیں فقہ میں بھی نظر آتا ہے کہ وہ فقہاء کو جمع کرنے کی کوشش کرتے ہیں جیسے یہ کہتے ہیں کہ میری نظر میں کسی مسئلے میں فقہ حنفی کی متنوع روایات میں اس روایت کو ترجیح دینی چاہیے جو بقیہ کے ائمہ ثلاثہ کے فقہی مذاہب کے مواقف ہو۔ تو یہاں تو یہ مقصدیت کسی وجہ سے منطقی بھی ہو جاتی ہے کہ اگر کسی مسئلے میں تینوں فقہاء یعنی امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کا فتویٰ ہے تو اس کی دلیل ایسی وزنی ہو گی تبھی تو تینوں فقہاء اپنی آزادانہ رائے میں ایک ہی نتیجے تک پہنچ گئے۔ تو ایسی صورت حال میں جبکہ وزنی دلیل موجود ہے، احناف کے باہمی اختلافی مسائل میں ان ائمہ ثلاثہ کے ساتھ اتفاق تلاش کرنے میں حرج نہیں ہے۔ لیکن یہاں تو مسئلہ کفر و اسلام کا ہے لہٰذا دونوں میں جمع تلاش کرنا عقلمندی نہیں ہے کہ اس سے یا تو آپ کفر کو اسلام بنا دیں گے یا پھر اسلام کو کفر میں لے جائیں گے۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی یہ توجیہ ایک سوال کے جواب کے صورت میں سامنے آئی جو اسماعیل آفندی المدنی رحمہ اللہ کی طرف سے تھا کہ جس میں انہوں نے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ سے وحدت الوجود اور وحدت الشہود میں فرق کا پوچھا تھا۔ اس کے جواب میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے انہیں ایک خط لکھا جو "مکتوب مدنی" کے نام سے معروف ہوا بلکہ اس کا ایک اور نام "رسالة في وحدة الوجود والشهود" بھی ہے۔ یہ مکتوب عربی میں ہے اور اس کا ایک لفظی ترجمہ مولانا عبد الغنی رحمہ اللہ کا ہے جبکہ با محاورہ ترجمہ مولانا حنیف ندوی رحمہ اللہ نے کیا ہے اور بہت عمدہ

ترجمانی کی ہے۔ میں نے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی عبارت بھی اور یہ دونوں تراجم بھی سامنے رکھے ہیں۔ یہ اس لیے عرض کر دیا کہ ہم نے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے عربی متن کی اپنی سمجھ پر اصرار نہیں کیا بلکہ اس سمجھ کے لیے تائید مزید حاصل کرنے کی بھی کوشش کی تا کہ یہ سمجھ اپنی سمجھ میں اکیلی نہ رہ جائے۔ تو اب بات کو سمجھنے کی طرف آتے ہیں۔ بات سمجھنے کے لیے تین اصطلاحات کی سمجھ بہت ضروری ہے جو بنیادی ترین اصطلاحات ہیں یعنی مفاتیح (key words) ہیں۔ ان کو سمجھے بغیر کچھ سمجھ نہیں آئے گی، نہ نظریہ اور نہ ہی تطبیق۔

وحدت الوجود کو سمجھنے کے لیے بنیادی ترین اصطلاح "اعیان ثابتہ" ہے جبکہ وحدت الشہود کو سمجھنے کے لیے بنیادی ترین اصطلاح "اعدام متقابلہ" ہے اور حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی تطبیق کو سمجھنے کے لیے بنیادی ترین اصطلاح "حقائق ممکنات" ہے۔ ابن عربی یہ کہتے ہیں کہ مخلوق کی حقیقت "اعیان ثابتہ" ہے۔ اعیان ثابتہ، عین ثابت کی جمع ہے۔ اور عین ثابت سے مراد اللہ کا خیال ہے۔ تو ابن عربی کے بقول "ذات بحت" موجود تھی جسے یہ مرتبہ "لاتعین" کہتے ہیں یعنی جہاں کچھ تعین نہ تھا۔ پھر وہ ذات اپنی طرف متوجہ ہوئی اور اس نے پہچانا کہ اس کے علاوہ بھی کچھ موجود ہے اور وہ اُسی کے اَسماء وصفات ہیں، اسے وہ مرتبہ "وحدت" کہتے ہیں یا "حقیقت محمدیہ" بھی کہہ دیتے ہیں۔ پھر اس کے بعد ذات کے اس اجمالی خیال میں تفصیل پیدا ہوئی اور مرتبہ "وحدیت" حاصل ہوا کہ جسے وہ "اعیان ثابتہ" بھی کہتے ہیں۔ اس مرتبے میں ذات کو معلوم ہوا کہ اس کے اَسماء وصفات کے علاوہ اعیان ثابتہ بھی موجود ہیں جو آسان الفاظ میں جمع مخلوقات کے بارے میں خدا کے ذہن میں موجود ان کی شبیہات (images) ہیں۔ تو ذات کی پہلی تجلی سے ذات کو اپنے اَسماء وصفات کی معرفت حاصل ہوئی۔ اور ذات کی دوسری تجلی سے اسے اعیان ثابتہ کی معرفت حاصل ہوئی بلکہ اَسماء وصفات کی نسبت سے اعیان ثابتہ روشن ہو گئے اور انہوں نے ظاہر وجود کے آئینے میں اپنے آپ کو دیکھا تو اس طرح ایک ظلی وجود حاصل ہوا۔

تو ان کے نزدیک بھی وجود اصل میں دو ہیں؛ ایک حقیقی اور دوسرا ظلی۔ لیکن وہ یہ کہتے ہیں کہ حقیقی وجود تو اعیان ثابتہ (eternal ideas in God's mind) ہیں جبکہ ظلی وجود سے مراد

انہی اعیان ثابتہ کا عکس ہے جو ظاہر وجود کے آئینے میں حاصل ہوتا ہے۔ آسان الفاظ میں ظاہر وجود سے مراد اللہ کی ذات ہے یعنی اعیان ثابتہ اور ظاہر وجود آمنے سامنے ہیں اور ظاہر وجود، اعیان ثابتہ کے لیے ایک آئینے کی مانند ہے لہذا ظاہر وجود کے آئینے میں اعیان ثابتہ کا عکس پڑا یعنی مخلوق کی ان شبیہات کا عکس جو خدا کے خیال میں موجود ہیں، وہ عکس ظاہر وجود کے آئینے میں پڑا اور ان اعیان کو ظلی وجود حاصل ہوا۔ تو وجودیوں کے ہاں حقیقی وجود ہو یا ظلی وجود، وہ خدا کی ذات سے باہر نہیں ہے۔ ہم اول اور آخر سب خدا کا خیال ہی ہیں، تخلیق سے پہلے بھی اور تخلیق کے بعد۔ تو تخلیق کا معنی کیا ہوا؟ تخلیق کا معنی صرف اتنا ہے کہ اعیان ثابتہ نے اسماء وصفات سے نسبت قائم کر کے روشن ہو کر ظاہر وجود کے آئینے میں اپنا عکس پیدا کر لیا۔ یہی عکس ہی مخلوق ہے یعنی مخلوق کی صورت (form) ہے جبکہ مخلوق کا مادہ ان کے نزدیک اعیان ثابتہ ہیں۔ تو وجودیوں کے نزدیک مخلوق کا جوہر یعنی مادہ تخلیق بھی خدا کا خیال ہے اور مخلوق کی صورت بھی خدا کا خیال ہی ہے اور اعیان ثابتہ نے خارجی وجود کی بو تک نہیں چکھی ہے۔ تو انہوں نے خارج میں کسی بھی وجود کا انکار کر دیا اور اسی کو تو فقہاء نے، ابن تیمیہ نے اور شیخ مجدد رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ خلاف شرع ہونے کے ساتھ خلاف عقل بھی ہے۔ مزید سمجھنے کے لیے اس موضوع پر ہماری تین ویڈیو ریکارڈنگز ملاحظہ فرمائیں۔[1]

شیخ مجدد نے اس پر نقدیوں کی کہ مخلوق کے وجود کی اصل "اعیان ثابتہ" نہیں بلکہ "اعدام متقابلہ" (Opposite Non-beings of Divines Names) ہیں۔ اعدام متقابلہ، عدم متقابل کی جمع ہے۔ یعنی اللہ عزوجل کے اسماء وصفات میں سے ہر اسم وصفت کا ایک متقابل ہے جیسا کہ قدرت کا متقابل عجز ہے، علم کا جہل ہے، وجود کا عدم ہے۔ تو شیخ مجدد بھی ابن عربی کی طرح حقیقی اور ظلی دونوں وجودوں کے قائل ہیں لیکن وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ دونوں وجود اللہ کی ذات سے باہر ہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ پہلی تجلی کی صورت میں ذات بحت نے اپنی معرفت حاصل کی اور اسے معلوم ہوا کہ اس کے اسماء وصفات ہیں۔ لیکن دوسری تجلی ذات کی صورت میں ان اسماء وصفات کی نسبت اعیان ثابتہ سے نہیں بلکہ اعدام متقابلہ سے قائم ہوئی اور وہ اعدام متقابلہ روشن

[1] Dr Hafiz Muhammad Zubair YouTube Channel Link

ہو گئے۔ اور یوں محسوس ہوا کہ ان کا کوئی وجود ہے اور اس طرح ظلی وجود پیدا ہوا۔ اعدام متقابلہ نقص اور شر ہیں لہذا ہر قسم کا عدم خدا کی ذات سے باہر ہے۔ تو وہ یہ کہتے ہیں کہ صفت علم کی نسبت سے جہالت کا عدم روشن ہو گیا، قدرت کی نسبت سے عجز کا عدم روشن ہو گیا اور یوں لگنے لگا کہ جہالت اور عجز کا بھی وجود ہے۔ تو یہ شیخ مجدد رحمہ اللہ کے نظریے کی اصل ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے مکتوب مدنی میں دو اعتبار سے بات کی ہے؛ ایک سیر الی اللہ کے پہلو سے یعنی جب سالک اللہ کی طرف سفر کرتا ہے تو معرفت کے مختلف مقامات طے کرتا ہے اور کچھ مشاہدے کرتا ہے۔ تو اس بحث میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے کہا کہ وحدت الوجود ایک مقام ہے کہ جہاں سالک کے نزدیک خیر اور شر ایک ہی ہو جاتے ہیں اور اسے دونوں میں فرق نظر نہیں آتا لیکن یہ نچلا مقام ہے اور اس سے نکل جانا ضروری ہے ورنہ تو فساد پیدا ہو گا کیونکہ یہ مقام وحدت ہے جہاں سالک کے لیے ہر چیز ایک ہی ہو جاتی ہے۔ کاملین کے لیے یہ ایک عارضی مقام ہوتا ہے کہ جس سے نکل کر وہ اس سے اوپر وحدت الشہود کے مقام پر پہنچ جاتے ہیں کہ جہاں سالک خیر اور شر میں تمیز کر سکتا ہے۔ اس پہلو سے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے وحدت الشہود کو وحدت الوجود پر ترجیح دی ہے اور وحدت الشہود کو ہی صحیح قرار دیا ہے۔ لیکن یہ تو وحدت الوجود اور وحدت الشہود کا حالی تجزیہ ہوا کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک دونوں کے احوال ایک نہیں ہیں اور دونوں مغایر ہیں اور ان میں درست وحدت الشہود کا حال ہے۔[1]

یہاں ہم یہ بھی عرض کرتے چلیں کہ حضرت مجدد رحمہ اللہ نے متقدمین صوفیاء میں سے ابن منصور الحلاج اور بایزید بسطامی کے بارے یہی توجیہ بیان کی ہے کہ انہوں نے حالت سکر میں مغلوب ہو کر ایسے اقوال کہے تھے کہ جو توحید وجودی پر دلالت کرتے ہیں جبکہ ان کا کوئی باقاعدہ ایسا نقطہ نظر نہیں تھا۔ لیکن شیخ ابن عربی نے جو بات کی ہے، وہ کسی غلبہ حال میں نہیں بلکہ اس کی تھیورائزیشن کر کے اسے مکمل شعور کے ساتھ ایک جامع نظام کی صورت پیش کیا ہے جو ایک علمی

[1] مفتی عطاء الرحمن قاسمی (مرتب)، مجموعہ رسائل امام شاہ ولی اللہ دہلوی، شاہ ولی اللہ انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، 2015ء، 126/6

نظریہ ہے نہ کہ کوئی وقتی حال ہے کہ جس کی کوئی تاویل کر دی جائے۔ البتہ حضرت مجدد رحمہ اللہ جو ابن منصور الحلاج وغیرہ کے اقوال کی توجیہ کرتے ہیں تو ہمیں ان توجیہات اور تاویلات سے اتفاق نہیں ہے مثلاً حضرت مجدد یہ فرماتے ہیں کہ "أنا الحق" کا مطلب ہے کہ میں نہیں ہوں اور حق ہی حق موجود ہے۔ ایسے نہیں چلے گا۔ ہم حضرت مجدد رحمہ اللہ کے بہت قدر دان ہیں لیکن چیزوں کو صحیح نظر سے دیکھنے کے اس سے بھی زیادہ قدر دان ہیں۔

تو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے کہا کہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کو دیکھنے کا ایک تناظر تو "سیر إلی اللہ" کا ہے یعنی متصوفانہ ہے اور اس اعتبار سے حضرت مجدد حق پر ہیں جبکہ دوسرا تناظر "حقائق اشیاء" کا ہے یعنی علمی و منطقی ہے تو اس اعتبار سے شیخ ابن عربی کی بات درست معلوم ہوتی ہے اور شیخ مجدد کی بات کی ایسی تاویل کی جائے گی کہ شیخ مجدد کی بات شیخ ابن عربی کی بات کے مطابق ہو جائے۔ یہاں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ "حقائق ممکنات" کے اعتبار سے گفتگو چار طرح سے ہو سکتی ہے۔ ممکنات، ممکن کی جمع ہے اور ممکن سے مراد ممکن الوجود ہے یعنی مخلوق۔ تو آسان الفاظ میں مخلوق کی حقیقت کیا ہے، اس پر چار تناظر میں گفتگو ہو سکتی ہے۔ تو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے جن چار تناظر میں گفتگو فرمائی ہے، ان میں سے صرف ایک ایسا ہے کہ جس کا تعلق ان دونوں نظریات کی تطبیق سے ہے اور یہ تیسرا تناظر ہے۔ مثلاً پہلے تناظر کے طور پر وہ کہتے ہیں کہ مخلوق کی حقیقت جیسا کہ انسان کی حقیقت حیوان ناطق ہے اور گھوڑے کی حقیقت حیوان صاہل ہے، تو یہ منطقی تناظر ہے۔ چوتھا تناظر جو انہوں نے بیان کیا ہے، وہ متصوفانہ ہے۔[1]

تو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے وحدت الوجود اور وحدت الشہود کو یوں جمع فرمایا کہ شیخ ابن عربی کے نزدیک حقیقی وجود اعیان ثابتہ ہیں اور ظلی وجود ان کا عکس ہے جو ظاہر وجود کے آئینے میں حاصل ہو رہا ہے۔ اور شیخ مجدد رحمہ اللہ کے نزدیک حقیقی وجود اعدام متقابلہ ہیں اور ظلی وجود اسماء وصفات کا وہ عکس ہے جو ان اعدام متقابلہ میں ظاہر ہو رہا ہے۔ تو شاہ صاحب رحمہ اللہ نے کہا کہ جمع یہ ہے کہ حقائق ممکنات یعنی مخلوق کی حقیقت اسماء وصفات کے عکوس ہیں۔ ابن عربی کے ہاں وہ اعیان

[1] مجموعہ رسائل امام شاہ ولی اللہ دہلوی: 6/136-138

ثابتہ میں حاصل ہو رہے ہیں اور شیخ مجدد کے ہاں وہ اعدام متقابلہ میں حاصل ہو رہے ہیں۔[1]

ہم نے مکتوب مدنی اور مکتوبات ربانی کو سامنے رکھ کر دونوں کی عبارتوں کا موازنہ کیا تو واضح طور نظر آتا ہے کہ شیخ مجدد رحمہ اللہ اسماء وصفات کے عکوس کو مخلوق کی حقیقت سمجھنے سے انکاری ہیں۔ شیخ مجدد رحمہ اللہ بار بار یہ کہتے ہیں کہ مخلوق کی حقیقت، اعدام متقابلہ ہیں جو ذات باری تعالی سے خارج ہیں۔ تو انہوں نے وحدت الشہود کی ساری بحث کھڑی ہی اس لیے کی تھی کہ وہ توحید وجودی کے نام پر مخلوق اور خالق کے اتحاد اور ہمہ اوست کے انکاری تھے۔ لہذا وحدت الشہود کی کوئی ایسی تاویل کرنا کہ جس سے وہ وحدت الوجود یعنی ہمہ اوست بن جائے تو یہ وحدت الشہود کی ایسی تعبیر ہے کہ جس سے حضرت مجدد رحمہ اللہ بالکل بھی راضی نہیں ہیں بلکہ یہ ان کے نظریے کو مسخ کرنے کے مترادف ہے۔ اس بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اب ہم مزید گہرائی میں جاتے ہیں۔

ایک اور اہم بات جو حضرت مجدد رحمہ اللہ نے کہی ہے۔ ایک تو یہ بات کہی کہ حقائق ممکنات یعنی مخلوق کی حقیقت، اعیان ثابتہ نہیں بلکہ اعدام متقابلہ ہیں۔ دوسرا یہ بات بھی کہی کہ ان اعدام متقابلہ میں اسماء صفات کا جو عکس پڑتا ہے تو وہ عکس بھی اسم وصفت نہیں ہے۔ یہاں ایک اور اصولی فرق حضرت مجدد رحمہ اللہ بار بار واضح کرتے ہیں کہ شیخ ابن عربی کے نزدیک اللہ عزوجل کی اسماء وصفات اور ذات میں کوئی فرق نہیں ہے بلکہ وہ سب صفات کو بھی ایک ہی صفت یعنی صفت علم کا عین قرار دیتے ہیں اور اسماء وصفات کے عکوس کو اسماء وصفات کا عین قرار دیتے ہیں۔ تو شیخ ابن عربی کے نزدیک، ذات باری تعالی، اسماء وصفات اور ان کے عکوس یہ سب ایک ہی ہیں یعنی ایک دوسرے کا عین ہیں۔ شیخ مجدد رحمہ اللہ کا کہنا یہ ہے کہ اسماء وصفات کے عکوس ان کا غیر ہے یعنی انسان کا سایہ اس کا عین نہیں ہے تو اسم وصفت کا پَرتَو بھی اسم وصفت نہیں ہے۔ لہذا اعدام متقابلہ تو مخلوق کا مادہ تخلیق ہے اور ان میں حاصل ہونے والے اسماء وصفات کے عکوس، مخلوق کی صورتیں ہیں۔ اور یہ عکوس، اسماء وصفات کا غیر ہیں۔ پھر حضرت مجدد رحمہ اللہ تو یہاں تک چلے جاتے ہیں کہ اسماء وصفات بھی ذات کا عین نہیں ہیں چہ جائیکہ ان کے عکوس کو ذات کا عین قرار دیا جائے۔ یہ بہت آسان الفاظ

[1] مجموعہ رسائل امام شاہ ولی اللہ دہلوی: 138/6

میں سمجھا دیا ہے اور اتنے آسان الفاظ میں یہ بحث ایسے کسی نے بیان نہیں کی ہے۔

ابن عربی اور غلام احمد قادیانی کے تصور ختم نبوت کا تقابل

ابن عربی اور غلام احمد قادیانی دونوں کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ وہ خاص (special) ہیں، ایسے خاص کہ ان جیسا کوئی نہیں ہے۔ المیہ یہ ہے کہ متصوفین میں ہر دوسرا اس بیماری میں مبتلا نظر آتا ہے، الحلاج سے لے کر غلام احمد قادیانی تک۔ بڑے بڑے صوفیاء میں سے بہت سوں کو اللہ عزوجل نے بچا لیا کہ جیسے کوئی بڑا دعوی کرتے کرتے رہ گئے اور اپنے آپ کو مجدد زمان اور قطب عالم کہنے پر اکتفا کر لیا جبکہ یہ کہنا بھی نہیں بنتا تھا لیکن بہر حال یہ کوئی بڑا دعوی نہ تھا۔ لیکن جن کا ظرف کچھ اور کم تھا تو وہ مہدویت، مسیحیت اور نبوت تک کے دعوے کرنے لگ گئے۔ اور جن کا ظرف بالکل ہی کم تھا تو وہ اپنے آپ کو نبیوں سے بھی افضل ثابت کرنے کے لیے تُل گئے کہ وہ یہ ثابت کر سکیں کہ ان کا خدا سے جیسا تعلق ہے، وہ ایسا مثالی ہے کہ اور کسی کا نہیں ہے۔ اور وہ اپنے رب سے اس تعلق میں منفرد ہیں۔ تو خدا سے محبت ایسا جنون طاری کر سکتی ہے کہ انسان اپنے تئیں خدا کا ایسا محبوب بن بیٹھے کہ ویسا اس کی نظر میں اور کوئی نہ ہو اور اپنے رب کا اول و آخر ایسا معشوق ہو کہ اس کے وجود کے واسطے سے ہی بقیہ دنیا کے اپنے رب سے تعلق کی ضرورت پوری ہو سکتی ہو۔ اس کے لیے کبھی وہ مجدد زمان بننے بنتا ہے اور کبھی قطب عالم، کبھی اپنے آپ کو خاتم الاولیاء کہلواتا ہے اور کبھی مہدی و مسیح ہونے کا دعوی کرتا ہے۔ اور کبھی اس کو حرص کی تہمت سے بچنے کے لیے دوسروں کو بھی مقدس مقام اور مرتبے میں شریک کرنے کا دروازہ کھولنا پڑتا ہے۔

تو ابن عربی کا دعوی ہے کہ وہ نبیوں سے افضل ہے۔ اور اس افضلیت کو ثابت کرنے کے لیے حضرت نے ایک پورا فلسفہ بنایا جو حضرت کی کتب میں بکھرا پڑا ہے۔ وہ فلسفہ یہ ہے کہ وحدت الوجود کا علم انبیاء کو خاتم الاولیاء سے حاصل ہوتا ہے۔ اور خاتم الاولیاء ان کے نزدیک وہ خود ہیں۔ شیخ ابن عربی کا کہنا ہے کہ نبی کی دو جہتیں ہوتی ہیں؛ ایک تشریعی یعنی وہ جہت کہ جس میں نبی شریعت، اللہ کے بندوں تک پہنچا رہا ہوتا ہے اور دوسری تعبدی کہ جس میں نبی، قرب کی منازل طے کر رہا ہوتا ہے۔ پہلی جہت میں نبی کا رخ مخلوق کی طرف ہوتا ہے اور اس میں محنت کرنے سے نبی کا تعلق

بندوں سے استوار ہوتا ہے اور وہ اللہ کی نازل کردہ شریعت کو بندوں تک پہنچا رہا ہوتا ہے۔ اس جہت میں نبی، ولی سے افضل ہے اور ولی، نبی کا متبع ہے۔ نبی کی دوسری جہت، ولایت کی جہت ہے یعنی سیر الی اللہ کی جہت۔ اس جہت میں نبی کا رخ اللہ کی طرف ہوتا ہے اور وہ قرب کی منازل طے کرتا ہے اور اس جہت کے اعتبار سے ولی، نبی سے افضل ہے۔ اسی لیے ابن عربی نے فصوص الحکم میں لکھا ہے کہ نبوت کی دیوار میں ایک نہیں دو اینٹوں کی جگہ خالی ہے؛ ایک سونے کی اور دوسری چاندی کی۔ اور اللہ کے رسول ﷺ کو چاندی کی اینٹ بنا دیا کہ خاتم الاولیاء ظاہر شریعت میں خاتم الانبیاء سے استفادہ کرتا ہے، اور اپنے آپ کو سونے کی اینٹ کہ خاتم الاولیاء براہ راست وہاں سے معرفت رب کا علم حاصل کرتا ہے جہاں سے فرشتہ وحی کو نبی پر نازل کرتا ہے، معاذ اللہ۔

ابن عربی کا کہنا یہ بھی ہے کہ خود نبی کی ولایت کی جہت، اس کی نبوت کی جہت سے افضل ہوتی ہے اور یہ بہت ہی احمقانہ دعوی ہے۔ لیکن اگر بات اس حماقت تک محدود رہتی تو بھی قابل برداشت تھی لیکن جب وہ خود خاتم الاولیاء بن جاتے ہیں اور تمام انبیاء کو اپنا محتاج اور فقیر سمجھتے ہیں، اس معنی میں نہیں کہ وہ انبیاء ان سے شریعت لیتے ہیں، شریعت لینے میں تو خاتم الاولیاء بھی ان انبیاء کے پیروکار ہی ہیں بلکہ اس معنی میں کہ ان انبیاء کی جماعت، خاتم الاولیاء سے وحدت الوجود کا علم سیکھتی ہے یعنی معرفت رب حاصل کرتے ہیں تو یہاں پہنچ کر ابن عربی کا دعوی بعض اعتبارات سے غلام احمد قادیانی سے بڑھ جاتا ہے۔ غلام احمد قادیانی نے تو اپنے تئیں کو ظلی اور بروزی نبی لکھا ہے جبکہ شیخ ابن عربی نے اپنے آپ کو ایسا خاتم الاولیاء پیش کیا ہے جو مطلق نبوت کا حامل بھی ہے اور اس سے تمام انبیاء ورسل معرفت رب اور وحدت الوجود کا علم سیکھتے ہیں۔

دوسرا یہ بھی کہ ابن عربی کے تصور نبوت کی بنیادیں آپ کو غلام احمد قادیانی کے ہاں بھی نظر آئیں گی کہ غلام احمد قادیانی نے اپنے تشریعی نبی ہونے کا انکار کیا تھا اور اس کے بقول تمام قادیانی شریعت محمدیہ کے پیروکار ہیں اور اس نے ظلی نبی ہونے کا دعوی کیا یعنی یہ کہا کہ میں نبی کا سایہ ہوں۔ تو وہ اپنے آپ کو محمد نہیں بلکہ محمد کا سایہ کہتا ہے اور اصل اور سائے میں فرق کا قائل نہیں ہے کہ اس کے بقول اگر اصل نبی ہے تو سایہ بھی نبی ہی ہے کہ وہ نبی کا سایہ ہے۔ اب یہ سایے کا

تصور بھی آپ کو کتب تصوف اور وحدت الوجود کی گھمن پھیریوں میں بہت مل جائے گا کہ وحدت الوجود کا سارا تصور ہی "اعیان ثابتہ نے خارجی وجود کی بو تک نہیں چکھی" جیسے اصولوں پر کھڑا ہے۔ ابن عربی کے وحدت الوجود کے تصور میں ظلی وجود اور تصور نبوت میں خاتم الاولیاء کی جو بحث ہے، اسی کو غلام احمد قادیانی نے اپنے تصور نبوت کی بنیاد بنایا ہے جیسا کہ اس کی کتابوں سے پیش کیے گئے اقتباسات میں انڈر لائن کی گئی عبارتوں اور مصطلحات پر ذرا غور کریں:

"مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے۔ یہ ہم پر افترائے عظیم ہے۔ ہم جس قوتِ یقین، معرفت اور بصیرت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہیں، اس کا لاکھواں حصہ بھی دُوسرے لوگ نہیں مانتے۔ اور ان کا ایسا ظرف ہی نہیں ہے۔ وہ اس حقیقت اور راز کو جو خاتم الانبیاء کی ختم نبوت میں ہے، سمجھتے ہی نہیں ہیں۔ انہوں نے صرف باپ دادا سے ایک لفظ سُنا ہوا ہے، مگر اُس کی حقیقت سے بے خبر ہیں اور نہیں جانتے کہ ختم نبوت کیا ہوتا ہے اور اس پر ایمان لانے کا مفہوم کیا ہے؟ مگر ہم بصیرت تام سے (جس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء یقین کرتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نے ہم پر ختم نبوت کی حقیقت کو ایسے طور پر کھول دیا ہے کہ اس عرفان کے شربت سے جو ہمیں پلایا گیا ہے ایک خاص لذت پاتے ہیں جس کا اندازہ کوئی نہیں کر سکتا۔ بجز ان لوگوں کے جو اس چشمہ سے سیر اب ہوں۔"[1]

"مگر میں کہتا ہوں کہ آنحضرت کے بعد جو درحقیقت خاتم النبیین تھے، مجھے رسول اور نبی کے لفظ سے پکارے جانا کوئی اعتراض کی بات نہیں، اور نہ ہی اس سے مہر ختمیت ٹوٹتی ہے۔ کیونکہ میں بار ہا بتلا چکا ہوں، میں بموجب آیت وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں۔ اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ

---

[1] مرزا غلام احمد قادیانی، ملفوظات، جدید ایڈیشن 2016ء، 312/1 [واضح رہے کہ ملفوظات در اصل مرزا غلام احمد قادیانی کی مجالس اور جلسوں کے خطبات ہیں کہ جنہیں بعد ازاں مرتب کر کے دس جلدوں میں شائع کیا گیا ہے۔]

میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود قرار دیا ہے۔ پس اس طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا اور چونکہ میں ظلی طور پر محمد ہوں، پس اس طور سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹی کیونکہ محمد کی نبوت محمد ہی تک محدود رہی یعنی بہرحال محمد ہی نبی رہا نہ اور کوئی یعنی جب کہ میں بروزی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی مع نبوت محمدیہ کے، میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں۔ تو پھر کونسا الگ انسان ہوا جس نے علیحدہ طور پر نبوت کا دعویٰ کیا۔"[1]

ایک اور مقام پر غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے:

"اگر یہ کہا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو خاتم النبیّٖن ہیں پھر آپ کے بعد اور نبی کس طرح آسکتا ہے۔ اس کا جواب یہی ہے کہ بے شک اُس طرح سے تو کوئی نبی نیا ہو یا پُرانا نہیں آسکتا جس طرح سے آپ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آخری زمانہ میں اُتارتے ہیں اور پھر اس حالت میں اُن کو نبی بھی مانتے ہیں بلکہ چالیس برس تک سلسلہ وحی نبوت کا جاری رہنا اور زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ جانا آپ لوگوں کا عقیدہ ہے۔ بے شک ایسا عقیدہ تو معصیت ہے اور آیت وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ اور حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ اس عقیدہ کے کذب صریح ہونے پر کامل شہادت ہے۔ لیکن ہم اس قسم کے عقائد کے سخت مخالف ہیں اور ہم اس آیت پر سچا اور کامل ایمان رکھتے ہیں جو فرمایا کہ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ اور اس آیت میں ایک پیشگوئی ہے جس کی ہمارے مخالفوں کو خبر نہیں اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے

[1] مرزا غلام احمد قادیانی، روحانی خزائن، نظارت اشاعت، ربوہ، 2008ء، 122/18 [واضح رہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے 1880ء میں اپنی پہلی کتاب "براہین احمدیہ" شائع کی اور اس کے بعد اس کی کتب 1908ء تک شائع ہوتی رہیں۔ تو اس عرصے میں غلام احمد قادیانی کی طرف سے لکھی جانے والی 80 کتب اور چند مضامین کو بعد ازاں روحانی خزائن کے عنوان سے جمع کر کے 1960ء میں اس کا پہلا ایڈیشن شائع کیا گیا جبکہ 2008ء اسی کا کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن شائع ہوا ہے اور یہ اقتباسات اسی آخری ایڈیشن سے لیے گئے ہیں۔]

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیشگوئیوں کے دروازے قیامت تک بند کر دیئے گئے اور ممکن نہیں کہ اب کوئی ہندو یا یہودی یا عیسائی یا کوئی رسمی مسلمان نبی کے لفظ کو اپنی نسبت ثابت کر سکے۔ نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے یعنی فنا فی الرسول کی۔ پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے اس پر ظلّی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے جو نبوت محمدی کی چادر ہے۔ اس لئے اس کا نبی ہونا غیرت کی جگہ نہیں کیونکہ وہ اپنی ذات سے نہیں بلکہ اپنے نبی کے چشمہ سے لیتا ہے اور نہ اپنے لئے بلکہ اسی کے جلال کے لئے۔ اس لئے اس کا نام آسمان پر محمد اور احمد ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ محمد کی نبوت آخر محمد کو ہی ملی گو بروزی طور پر مگر نہ کسی اور کو۔ پس یہ آیت کہ ہے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ اس کے معنی یہ ہیں کہ لَيْسَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِ الدُّنْيَا وَلٰكِنْ هُوَ اَبٌ لِرِجَالِ الْاٰخِرَتهِ لِاَنَّه، خَاتَمُ النّبِيّيْن وَلَا سَبِيْلَ اِلٰى فُيُوضِ اللّٰه مِن غَيْرِ تَوَسُّطِهٖ غرض میری نبوت اور رسالت باعتبار محمد اور احمد ہونے کے ہے نہ میرے نفس کے رو سے اور یہ نام بحیثیت فنا فی الرسول مجھے ملا لہٰذا خاتم النبیّن کے مفہوم میں فرق نہ آیا لیکن عیسیٰؑ کے اُترنے سے ضرور فرق آئے گا... اس میں اصل بھید یہی ہے کہ خاتم النبیّن کا مفہوم تقاضا کرتا ہے کہ جب تک کوئی پردہ مغایرت کا باقی ہے اس وقت تک اگر کوئی نبی کہلائے گا تو گویا اس مہر کو توڑنے والا ہو گا جو خاتم النبیّن پر ہے لیکن اگر کوئی شخص اُسی خاتم النبیّن میں ایسا گم ہو کہ بباعث نہایت اتحاد اور نفی غیریت کے اسی کا نام پالیا ہو اور صاف آئینہ کی طرح محمدی چہرہ کا اس میں انعکاس ہو گیا ہو تو وہ بغیر مُہر توڑنے کے نبی کہلائے گا کیونکہ وہ محمد ہے گو ظلّی طور پر۔ پس باوجود اس شخص کے دعویٰ نبوت کے جس کا نام ظلّی طور پر محمد اور احمد رکھا گیا پھر بھی سیدنا محمدؐ خاتم النبیّن ہی رہا کیونکہ یہ محمد ثانی اُسی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر اور اسی کا نام ہے مگر عیسیٰ بغیر مُہر توڑنے کے آ نہیں سکتا۔''[1]

علاوہ ازیں مرزا کے جو متنوع دعاوی ہیں کہ وہ آدم، موسی، عیسی، مریم، ابن مریم، خلیفۃ اللہ،

[1] روحانی خزائن: 18/207-209

امام زمان، خاتم الاولیاء وغیرہ ہے، یہ بھی کچھ وحدت الوجود کا تاثر ہے اور کچھ گمراہ صوفیوں کے تصور نبوت کا۔ غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے:

”خدا تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء علیہ السلام کا مظہر ٹھہرایا ہے اور تمام نبیوں کے نام میری طرف منسوب کیے ہیں میں آدم ہوں، میں شیث ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں یعقوب ہوں، میں یوسف ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ ہوں اور آنخضرت ﷺ کا مظہر اتم ہوں یعنی ظلی طور پر محمد اور احمد ہوں۔“[1]

توجو صوفی ابن منصور الحلاج کے خدائی دعوے "انا الحق" کی تاویل کر لیتے ہیں تو وہ ان عبارتوں کی تاویل کیوں نہیں کر لیتے جبکہ غلام احمد قادیانی کی یہ کفریہ عبارتیں شیخ ابن عربی کے وحدت الوجود اور ختم نبوت کے تصور کے مطابق قابل تاویل ہیں اور بہت آسانی سے اس کفریہ عبارت کی ایسی تاویل کی جاسکتی ہے کہ یہ توحید محض بن جائے کہ جس کی تعلیم دینے کے لیے شیخ ابن عربی مبعوث ہوئے تھے۔ تو یہ سب وحدت الوجود ہی کے تصورات کی بگڑی صورتیں ہیں اور ایسے دعاوی آپ کو شیخ ابن عربی کی عبارتوں میں بھی مل جاتے ہیں۔ لہٰذا مرزا کو اپنے تصور نبوت کی بنیادیں، شیخ ابن عربی کے تصور نبوت اور تصور وحدت الوجود سے حاصل ہوئی ہیں۔ توجو غلام احمد قادیانی کو کافر قرار دیتے ہیں تو ان کے لیے لازم ہے کہ از کم شیخ ابن عربی کے تصور نبوت اور وحدت الوجود کو تو کفریہ قرار دیں جو مرزا صاحب کے تصور نبوت کی بنیاد بنا ہے۔

شیخ ابن عربی بھی اس بات کے قائل تھے کہ نبوت ختم نہیں ہوئی اور نبوت قیامت تک جاری رہے گی۔ وہ لکھتے ہیں:

"فالنبوة سارية إلى يوم القيامة في الخلق وان كان التشريع قد انقطع فالتشريع جزء من أجزاء النبوة فانه يستحيل ان ينقطع خبر الله وأخباره من العالم إذ لو انقطع لم يبق للعالم غذاء يتغذى به في بقاء وجوده." [2]

---

[1] روحانی خزائن: 76/22

[2] الفتوحات المكية، الباب الثالث والسبعون، 135/3

"نبوت مخلوق میں قیامت تک جاری رہے گی البتہ نبوت تشریعی ختم ہو گئی ہے لیکن تشریعی نبوت کل نبوت نہیں ہے بلکہ نبوت کا ایک حصہ ہے۔ پس یہ ناممکن ہے کہ اللہ کی طرف سے خبر اور عالم کی اخبار یعنی وحی کا سلسلہ منقطع ہو جائے۔ اگر یہ سلسلہ رک جائے تو اس عالم کے لیے اپنے وجود کو باقی رکھنے کی غذا کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا۔"

اور ایسا ہی نہیں ہے کہ یہ ہمارا صرف گمان غالب ہے کہ غلام احمد قادیانی نے ابن عربی سے استفادہ کیا ہے۔ آپ غلام احمد قادیانی کی کتابوں میں ابن عربی کی کتابوں بالخصوص فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ کے حوالے اور دیگر متصوفین کے اقوال اور ان کے حوالے بھی کثرت سے دیکھ سکتے ہیں۔ ایک جگہ غلام احمد قادیانی اپنے تصور نبوت کے بارے لکھتے ہیں کہ کیسے ان کا تصور ختم نبوت اکابر صوفیاء کی دی گئی تعلیمات پر قائم ہے:

"آج تک جس قدر اکابر متصوفین گذرے ہیں، ان میں سے ایک کو بھی اس میں اختلاف نہیں کہ اس دین متین میں مثیل الانبیاء بننے کی راہ کھلی ہوئی ہے جیسا کہ آنحضرت صلعم روحانی اور ربانی علماء کے لیے یہ خوشخبری فرما گئے ہیں کہ علماء أمتي كأنبياء بني إسرائيل۔ اور حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ کے کلمات طیبہ مندرجہ ذیل جو تذکرہ الاولیاء میں حضرت فرید الدین عطار صاحب نے بھی لکھے ہیں اور دوسری معتبر کتابوں میں بھی پائے جاتے ہیں، اسی بناء پر ہیں، جیسا کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں ہی آدم ہو، میں ہی شیث ہوں، میں ہی نوح ہوں، میں ہی ابراہیم ہوں، میں ہی موسیٰ ہوں، میں ہی عیسیٰ ہوں، میں ہی محمد ہوں صلی اللہ علیہ وسلم وعلی اخوانہ اجمعین۔ اور اگرچہ انہیں کلمات کی وجہ سے حضرت بایزید بسطامی ستر مرتبہ کافر ٹھہرا کر بُسطام سے جو ان کے رہنے کی جگہ تھی، شہر بدر کیے گئے۔ اور میاں عبد الرحمن خلف مولوی محمد کی طرح ان لوگوں نے بھی بایزید بسطامی کے کافر اور ملحد بنانے میں سخت غلو کیا لیکن اس زمانے کے گزرنے کے بعد پھر ایسے معتقد ہو گئے کہ جس کا حد انتہا نہیں اور ان کے شطحیات کی بھی تاویلیں کرنے لگے۔"[1]

---

[1] روحانی خزائن: 3/230-231

اب سوال یہ ہے کہ غلام احمد قادیانی اپنے تصور ختم نبوت کے لیے فقہاء کا نام کیوں نہیں لیتے، ان کی عبارتوں سے استدلال کیوں نہیں کرتے، ظاہری بات ہے کہ فقہاء نے انہیں یہ موقع ہی نہیں دیا، البتہ صوفیاء نے دے دیا۔ ایک اور مقام پر غلام احمد قادیانی نے اپنے تصور ختم نبوت پر شیخ ابن عربی کے اس اقتباس سے استدلال کیا ہے کہ شیخ ابن عربی نے لکھا ہے کہ انہوں نے امام ابن حزم رحمہ اللہ کے بارے خواب دیکھا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے معانقہ کیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں گم ہو گئے ہیں اور دونوں ایک ہو گئے۔[1] ابن عربی نے اس خواب کا تذکرہ اپنی کتاب فتوحات مکیہ میں کیا ہے۔[2] دوسری اور اہم بات یہ کہ غلام احمد قادیانی کو یہ علم ہے کہ اس امت میں اتنے بے وقوف موجود ہیں جو کچھ وقت گزرنے کے بعد اسے زندیق سے صدیق بنا دیں گے، اس پر کفر کے فتوے لگانے والے کم پڑ جائیں گے اور اس کی شطحیات کی تاویلیں کر کے اسے ولی اللہ بنانے والے بڑھ جائیں گے۔ اور یہ سارے اسے وقت گزرنے کے ساتھ صوفیوں میں ملیں گے۔ چلیں، ابھی تو کچھ وقت نہیں گزرا ہے۔ ابن عربی کو تو پانچ صدیاں لگی ہیں، یہ مقام حاصل کرنے میں، کہ متفق علیہ مردود سے مختلف فیہ مردود بن گیا، اب غلام احمد قادیانی کے بارے دیکھتے ہیں کہ کیا ہوتا ہے۔

تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ شیخ ابن عربی کی عبارتوں میں ویسا ہی کفر موجود ہے جیسا کہ غلام احمد قادیانی کی عبارتوں میں موجود ہے بلکہ اس سے زیادہ موجود ہے۔ اور فقہاء کی ایک بڑی جماعت شیخ ابن عربی کی عبارتوں کا حوالہ دے کر اس پر فتوی بھی لگا دیتی ہے مثلاً یہ کہ وہ اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل سمجھتا تھا۔ تو شیخ ابن عربی کی عبارتوں کے بارے فقہاء کا ایک فہم ہے، اور ایسا ہی فہم بعد میں بھی کچھ علماء کو حاصل ہوا اور آپ یہ کہہ لیں کہ ہمارا بھی فقہاء اور علماء کی اس جماعت سے اتفاق ہو گیا کہ شیخ ابن عربی کی عبارتوں کا ایسا ہی کفریہ مفہوم نکلتا ہے جیسا کہ ان فقہاء اور علماء

---

[1] روحانی خزائن: 232/3

[2] رأيت النبي صلى الله عليه وسلم في المنام وقد عانق أبا محمد ابن حزم المحدث فغاب الواحد في الآخر فلم نر إلا واحداً وهو رسول الله صلى الله عليه وسلم فهذه غاية الوصلة وهو المعبر عنه بالاتحاد أي الإثنين عين للواحد ما في الوجود أمر زائد كما أن زيداً هو عين عمر [الفتوحات المكية، الباب الثالث والعشرون، 222/4]

نے بیان کیا ہے۔ لیکن ہم شیخ ابن عربی پر نقد کرتے ہوئے فقہاء کی جیسی عبارتوں سے نقد نہیں کریں گے۔ بہر حال وہ فقہاء کی نقد اور ان کا اسلوب ہے اور ہر شخص اپنے انداز میں تعبیر کرتا ہے۔ البتہ مجھے فقہاء کی نقد کے مفہوم سے اتفاق ہے کہ شیخ ابن عربی کی عبارتیں کفر، شرک اور ضلالت سے بھری پڑی ہیں۔

باقی بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ شیخ ابن عربی کی تحریروں میں ایڈیشن اور تحریف ہوئی ہے۔ میری تحقیق کے مطابق امر واقعہ میں ایسا نہیں ہوا ہے لیکن میں پھر بھی یہ کہتا ہوں کہ شخصیت کو مطعون کرنا کوئی دینی مقصد نہیں ہے۔ دینی مقصد تو صرف عقائد اور فکر کی اصلاح ہے۔ تو اگر یہ مقصد اس طرح سے پورا ہو جائے کہ فریقین اس بات پر متفق ہو جائیں کہ شیخ ابن عربی کی عبارتیں ان کی نہیں ہیں، وہ کسی نے اضافہ کی ہیں، آئندہ سے وہ پبلش نہیں ہوں گی، ان کی شروحات نہیں لکھی جائیں گی، ان کی تدریس نہیں ہو گی، ان کی تاویل نہیں ہو گی تو میری رائے میں پھر شیخ ابن عربی کو مطعون کرنے کی کوئی ضرورت اور وجہ باقی نہیں رہ جاتی ہے۔

تو غامدی صاحب کے حلقے کے لوگوں کا کہنا ہے کہ ختم نبوت کے حوالے سے غلام احمد قادیانی کے دعوے بھی ایک اعتبار سے متصوفانہ دعوے تھے لہذا ان کی اور ان کے متبعین کی تکفیر نہیں کرنی چاہیے جیسا کہ شیخ ابن عربی اور ان کے متبعین کے ہاں بھی ایسے دعوے مل جاتے ہیں جو ختم نبوت کے تصور کے خلاف ہیں لیکن ان کی تو تکفیر نہیں کی گئی ہے بلکہ ان کی تاویل کی جاتی ہے تو یہاں بھی تو کرنی چاہیے۔

دیکھیں، یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے کہ شیخ ابن عربی کی تکفیر نہیں ہوئی ہے۔ بڑی تعداد میں فقہاء نے اس کی تکفیر کی ہے کہ جس کی کسی قدر تفصیل ہماری کتاب "مکالمہ" میں موجود ہے بلکہ بعض فقہاء نے تو اس کی تکفیر پر اجماع بھی نقل کیا ہے لیکن لوگوں کا چونکہ مطالعہ نہیں ہے لہذا وہ لاعلم ہیں بلکہ صحیح بات تو یہ ہے کہ وہ لاعلم رہنا چاہتے ہیں کیونکہ اس بات کا جان لینا کہ ابن عربی کی اتنے فقہاء نے تکفیر کی ہے کہ جتنی شاید ہی امت میں کسی کی کی ہو، ایسا علم ہے کہ جس سے ان کے ذہن پر ایسا دباؤ پڑتا ہے جو ان کی برداشت سے باہر ہے لہذا وہ کبھی چٹکلوں، کبھی لطیفوں اور کبھی جگتوں

سے اس اعتراض کا جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں اور اسی کا نام علم رکھ چھوڑا ہے۔

البتہ یہ بات درست ہے کہ اب اس وقت مقلد علماء کی بڑی جماعت شیخ ابن عربی کی تکفیر نہیں کرتی ہے البتہ اس کے نظریے کے کفر ہونے کے بارے میں دو رائے برابر طور موجود ہیں؛ وہ علماء بھی ہیں جو اسے کفر کہتے ہیں اور وہ بھی جو اسے کفر نہیں کہتے ہیں بلکہ تاویل کرتے ہیں۔ تو شیخ ابن عربی کو یہ مقام حاصل کرنے میں پانچ سو سال لگ گئے کہ وہ متفق علیہ مردود سے مختلف فیہ مردود بن گئے۔ تو غامدی صاحب کے حلقے کے لیے علمی جواب یہی ہے کہ آپ شانت رہیے۔ اس امت میں اس قدر عقیدت، غلو، حماقت اور اسٹوپڈٹی موجود ہے کہ پانچ سو سال بعد غلام احمد قادیانی کا کفر بھی مختلف فیہ ہو چکا ہو گا اگر تو اس عرصے میں قیامت برپا نہ ہو سکی۔ انہوں نے تو خدا کا نعرہ لگانے والے کو عارف باللہ بنا دیا تو نبی کا دعوی کیا چیز ہے۔ ابن منصور الحلاج متوفی 309ھ کی بات کر رہا ہوں کہ جسے خدائی اور نبوت کے دعوے اور جادو گری کی وجہ سے بغداد کے فقہاء کے اتفاق سے مرتد قرار دے کر حکومت وقت کی طرف سے قتل کر دیا گیا۔

جس طرح شیخ ابن عربی کی صریح کفریہ عبارتوں کی تاویلات کر کے اسے شیخ اکبر بنایا گیا ہے، اسی طرح غلام احمد قادیانی کی کفریہ عبارات کی بھی تاویلات ممکن ہیں بلکہ احمدیوں کی طرف سے کی بھی گئی ہیں۔ اصولی بات وہی ہے جو فقہاء نے کر دی ہے کہ شیخ ابن عربی کی کفریہ عبارات کی بھی تاویل نہیں ہو گی لہذا غلام احمد قادیانی کی عبارات کی بھی تاویل نہیں ہو گی۔ شیخ ابن عربی فصوص الحکم میں ایک جگہ کہتے ہیں کہ "لا نبي بعدي" کی حدیث نے اولیاء اللہ کی کمر توڑ دی ہے۔ اسی سے ان کی سوچ کا اندازہ لگا لیں۔

فصوص الحکم میں ہی ایک اور جگہ لکھتے ہیں تمام انبیاء ورسل، اللہ کے بارے علم، خاتم الانبیاء سے حاصل کرتے ہیں جبکہ تمام اولیاء، اللہ کے بارے علم، خاتم الاولیاء سے حاصل کرتے ہیں بلکہ تمام انبیاء بھی اللہ کے بارے علم خاتم الاولیاء ہی سے حاصل کرتے ہیں یعنی تمام نبی معرفت رب میں خاتم الاولیاء کے محتاج اور فقیر ہیں۔ اب اس کی تاویل یہ کی جاتی ہے کہ شیخ ابن عربی کے نزدیک نبی کی ولایت کی جہت، اس کی نبوت کی جہت سے افضل ہے۔ ایک تو یہ تاویل ہی احمقانہ ہے کہ نبی بطور

ولی افضل ہوتا ہے نہ کہ بطور نبی کے۔ دوسرا شیخ ابن عربی کی یہ مراد ہی نہیں ہے کیونکہ اس کے بعد ان کے الفاظ ہیں کہ رسول اپنے ولی ہونے کی جہت سے خاتم الاولیاء سے معرفت رب حاصل کرتا ہے۔ اور پھر فتوحات میں اپنے آپ کو خاتم الاولیاء قرار دے دیا۔ اب شیخ ابن عربی کے الفاظ "أنا" یعنی "میں" کی بھی تاویل کر دیں تو غلام احمد قادیانی کی عبارات کی تاویل کرنا اس سے آسان ہے۔

تو غلام احمد قادیانی کے دعاوی بھی ایسے ہی ہیں، کبھی وہ کہتا ہے کہ میں آدم ہوں اور کبھی داود بن جاتا ہے، کبھی اپنے آپ کو عیسی کہتا ہے اور کبھی موسی، کبھی مریم کہتا ہے اور کبھی یعقوب، کبھی ظل نبی کہتا ہے یعنی نبی کا سایہ، کبھی اللہ کا خلیفہ کہتا ہے، کبھی امام زمان، کبھی خاتم الاولیاء کہتا ہے، کبھی محدث یعنی جسے الہام ہوتا ہو، کبھی مہدی، مسیح موعود اور کبھی عبد القادر جیلانی۔ تو یا تو آپ مان لیں کہ اس کا دماغی توازن خراب تھا اور جس کا دماغی توازن خراب ہو تو اس پر حکم نہیں لگتا ہے۔ یا پھر آپ مان لیں کہ وہ پورے ہوش و حواس میں یہ کہہ رہا تھا۔

تو اگر وہ ہوش و حواس میں یہ کہہ رہا ہے تو اس کے پاس یہ سب کچھ کہنے کی صرف ایک ہی بنیاد موجود ہے، ابن عربی کا تصور وحدت الوجود اور اس کے مطابق وہ بالکل صحیح کہہ رہا تھا کہ وہاں کوئی دوسرا وجود تو ہے نہیں کہ دوسرا وجود مان لیں تو ان کے نزدیک شرک ہو جائے گا کہ وجود دو ہو جائیں گے اور یہ شرک ہے۔ بات تو ٹھیک ہے کہ ابن عربی نے تو تاویل کے ذریعے فرعون کو مومن کامل بنا دیا تو غلام احمد قادیانی کوئی فرعون سے بڑھ کر کافر ہے کہ تاویل سے مومن نہیں بن سکتا؟ اور تاویل آپ کے پاس موجود ہے کہ وہ وحدت الوجود کا قائل تھا۔ حلاج نے بھی تو "أنا الحق" کا نعرہ اسی لیے لگایا تھا، اس کو بھی تو آپ صوفیاء کی ایک جماعت نے جگہ دی ہے تو غلام احمد قادیانی تو غامدی صاحب جگہ دیتے ہیں تو آپ کو تپ چڑھ جاتی ہے۔ وہی کفر جو آپ کے بقول غلام احمد قادیانی نے بکا ہے، اس سے دس گنا زیادہ کفر ہمیں ابن عربی کے ہاں مل جاتا ہے، ابن منصور الحلاج کے ہاں مل جاتا ہے لیکن وہ پھر بھی شیخ اکبر یا عارف باللہ ہیں۔ تو غامدی صاحب کا یہ اعتراض سو فی صد درست ہے کہ اگر آپ غلام احمد قادیانی پر اس کی کفریہ عبارات کی وجہ سے کفر کے فتوے لگا رہے ہیں تو ابن عربی اور حلاج کی کفریہ عبارات کی تاویلات کس خوشی میں کر رہے ہیں۔ اور اگر کوئی غلام

احمد قادیانی کی کفریہ عبارات کی تاویل کرے تو وہ آپ کے نزدیک زندیق کیوں بن جاتا ہے!

تو غلام احمد قادیانی جیسے دعاوی آپ کو تصوف کی کتب میں عام مل جاتے ہیں اور شیخ ابن عربی کے ہاں بھی۔ وہاں آپ کہتے ہیں کہ قادیانی نے کفر لکھا ہے تو ابن عربی نے بھی تو کفر لکھا ہے ناں۔ اور قادیانی کے لکھے کی لاہوری گروپ میں سے کئی ایک تاویل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس نے نبی ہونے کا دعوی نہیں کیا تھا تو آپ ان کی تاویل کیوں نہیں مانتے؟ اسی پر کیوں زور دیتے ہیں کہ آپ کو جو سمجھ آیا ہے، وہی درست ہے اور قادیانی کی عبارتوں کی تاویل ممکن نہیں ہے۔ بس فرق صرف اتنا ہے کہ قادیانی کو نابلسی، کاشانی اور قیصری جیسے شارحین نہیں مل سکے۔ ہاں البتہ ایک اور فرق بھی ہے کہ وہ تھوڑا بے وقوف بھی ہے، ابن منصور الحلاج کی طرح، بلکہ کچھ زیادہ کہ اتنی سیدھی طرح سے بات کرنے کی کیا ضرورت تھی جبکہ یہ امت ایسے ہی دعاوی کو فلسفیانہ گھمن پھیریوں کے نام پر قبول کرتی چلی آ رہی تھی۔ اب ضروری تو نہیں کہ اتنے سیدھے سادھے کفریہ کلمات کے بعد بھی قادیانی کو ابن عربی اور حلاج کی طرح مخلص روایت پسند بزرگ صوفیاء میسر آ سکیں جو اس کی عبارتوں کی تاویل کر کے معرفت الٰہی میں اس کا کوئی ایسا مقام متعین کر سکیں جو ہم جیسے کروڑوں ظاہر پرستوں کی نظروں سے بہت بلند ہو۔

ابن عربی کا پہلا دعوی اپنے خاتم الاولیاء ہونے کا ہے اور یہ کہ وحدت الوجود کا علم انبیاء ورسل خاتم الاولیاء سے حاصل کرتے ہیں، جو ہمارے نزدیک ختم نبوت کے تصور میں کفر کے مترادف ہے۔ اب اس پر بات آگے بڑھائیں۔ تو ہم تو یہ مان رہے ہیں کہ دونوں نے یعنی مرزا اور ابن عربی نے ختم نبوت میں کفریہ تصورات اپنے اپنے انداز میں داخل کیے ہیں۔ تو ہماری بات کا خلاصہ یہ ہے کہ ابن عربی نے نبی ہونے کا دعوی سیدھی طرح ایک مقام پر نہیں کیا بلکہ فصوص الحکم میں تمام انبیاء سے افضل ہونے کا دعوی کیا ہے، اور وہ بھی ان انبیاء کی ولایت کی جہت میں۔ اور فتوحات مکیہ میں اپنے خاتم الاولیاء ہونے کا دعوی کر دیا۔ کیا کیا فلسفے بنا رکھے ہیں۔ ان سے مرزا قادیانی کا مقصد پورا ہو سکتا تھا لیکن اس بے وقوف میں اتنی گہرائی نہیں تھی لہذا حلاج کی طرح سیدھا سیدھا دعوے کرنے لگ گیا۔ لیکن مرزا نے چونکہ تصوف بھی پڑھ رکھا ہے اور وہی اس کے ایسے دعووں کی بنیاد

بنا ہے کیونکہ اس کے دعووں میں متصوفانہ رنگ اور اصطلاحات برابر طور ایک ریڈر کو مل جاتی ہیں۔ باقی اس پر بہت سے تحقیقی مقالات موجود ہیں کہ ابن عربی کے ساتھیوں اور شاگردوں نے کیا کیا دعوے کیے ہیں، الامان والحفیظ۔ یہ موضوع بھی مستقل مقالے کا متقاضی ہے، فرصت میں لکھتا ہوں۔ لیکن جاتے جاتے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ابن عربی کا اتنا ہی سیدھا سادھا موقف تھا تو اس کے ساتھیوں اور شاگردوں کو کیوں الٹ سمجھ آگئی! پورا مکتب فکر ہی فقہاء کے فتووں کی زد میں ہے۔ اس کے برعکس امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام بخاری، امام ابن حزم اور امام ابن تیمیہ رحمہم اللہ یا دیگر فقہاء و محدثین کی جماعت نے بھی دین کی تعبیر و تشریح کا کام کیا ہے لیکن ان پر کسی نے اس طرح سے فتوے نہیں لگائے، یا ان کے ساتھی اور شاگرد اس طرح سے گمراہ نہیں ہوئے، یا ان کی عبارتوں کی تاویلیں نہیں کرنی پڑیں، یا ان کی عبارتوں کو شطحیات کا عنوان نہیں دینا پڑا، تو یہ سب صرف وجودی صوفیوں کے ساتھ ہی کیوں ہوا ہے!

WhatsApp No: 0300-4093026

Facebook ID: https://www.facebook.com/hm.zubair.52

Facebook Page: https://www.facebook.com/drhafizmuhammadzubair/

YouTube Channel: https://www.youtube.com/c/DrHafizMuhammadZubair

Email: mzubair@cuilahore.edu.pk ; drhafizmuhammadzubair@gmail.com

مصنف کی جملہ کتب کے پی ڈی ایف ورژن کا ڈاؤن لوڈ لنک:

https://kitabosunnat.com/musannifeen/muhammad-zubair-temi